۱۸۵۷ء
ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں
امروہہ کا حصہ
LAHORE GATE
مرتبہ
مولانا ڈاکٹر سید شہوار حسین نقوی

۱۸۵۷ء

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں امروہہ کا حصہ

از افادات

عالیجناب مولانا سید بشیر حسن صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ

(۱۳۰۹ھ۔۱۴۰۱)

مرتبہ

مولانا ڈاکٹر سید شہوار حسین نقوی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے

۱۵۰ سال

پورے ہونے پر

نام کتاب: ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں امروہہ کا حصہ
ازافادات: عالیجناب مولانا سید بشیر حسن صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ
مرتبہ: جناب مولانا ڈاکٹر سید شہوار حسین نقوی
موبائل: 09319901464
ناشر: سید قائم مہدی نقوی، محلّہ شفاعت پوتہ
امروہہ، ضلع جے۔ پی۔ نگر۔ (یو۔ پی) ہندوستان
کمپوزنگ: مہدی کمپیوٹر سینٹر، مرادآباد و مہتاب کمپیوٹر، امروہہ
مطبوعہ: ۲۰۰۷ء/۱۴۲۸ھ
تعداد: ۵۰۰

ملنے کے پتے: ۱۔ جناب سید قائم مہدی نقوی، محلّہ شفاعت پوتہ
امروہہ، ضلع جے۔ پی۔ نگر۔ (یو۔ پی) ہندوستان
۲۔ میر انیس اکیڈمی۔ حقانی اسٹریٹ، امروہہ، ضلع جے۔ پی۔ نگر
05922-260541,09319901464

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

اظہار تشکر

میرے والد ماجد جناب مولانا سید بشیر حسن صاحب مرحوم جنہیں تعلیم و تعلم سے خاص شغف تھا۔ وہ لڑکوں کے علاوہ لڑکیوں کی تعلیم کے زبردست حامی تھے۔ اس سلسلہ میں انہیں نے ایک اسکول کی بنیاد رکھی جو آج آل احمد گرلز انٹر کالج، امروہہ کی شکل میں موجود ہے۔ ان کا دوسرا اہم کارنامہ سادات امروہہ کے شجرات پر مشتمل کتاب ''شجرات سادات امروہہ'' ہے۔ جس نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی۔ میرے والد کو امروہہ سے متعلق دستاویزات اور اہم کاغذات کی حفاظت اور جمع آوری کا بے انتہا شوق تھا۔ انہوں نے بطور خاص مجاہد آزادی سید شبیر علی خاں کے خطوط کو اصل سے نقل کیا جو میرے پاس موجود ہیں۔ اصل خطوط گم ہو گئے مگر خدا کا شکر کہ میرے والد نے ان خطوط کو نقل کر کے رکھ لیا تھا ورنہ اس مجاہد آزادی کے آثار اور ان کے خطوط کا قیمتی ذخیرہ ضائع ہو گیا ہوتا۔

میری دیرینہ خواہش تھی کہ وہ خطوط شائع ہوں لہذا میں نے وہ خطوط مولانا سید شہوار حسین نقوی کی خدمت میں پیش کئے تا کہ وہ انہیں مرتب کر دیں۔ موصوف نے خطوط کو مرتب کرنے کے علاوہ سید گلزار علی اور سید شبیر علی خاں اور دیگر مجاہدین آزادی کے حالات تفصیل سے لکھے اور ۱۸۵۷ء کو امروہہ میں رونما ہونے والے واقعات کو مفصل طور پر تحریر کیا۔ جس سے اس جنگ آزادی میں اہل امروہہ کی خدمات اور ان کی قربانیاں جنہیں زمانے نے فراموش کر دیا تھا، اجاگر کر دیا۔ میں موصوف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس اہم کام کو بخوبی انجام دیا۔ خداوند عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ فقط

سید قائم مہدی

محلہ شفاعت پوتہ، امروہہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

مقدمہ

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو ڈیڑھ سو سال ہو گئے۔ پورے ملک میں اعلیٰ پیمانے پر تقریبات منعقد ہو رہی ہیں۔ مذاکرات، سیمینار، سمپوزیم اور کتابی شکل میں اس دور کے حالات و واقعات کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ میری بھی خواہش تھی کہ کوئی ایسی کتاب منصۂ شہود پر آئے جس کے ذریعہ تحریک آزادی میں اہل امروہہ کی خدمات اور ان کی جاں نثاری سے نئی نسل کو روشناس کرایا جا سکے۔ اس کا اظہار احباب سے کیا ان کی بھر پور تائید حاصل ہوئی، ارادہ کو تقویت ملی اور بعون اللہ عزوجل اس تحریری سفر کا آغاز کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ مغربی اتر پردیش میں امروہہ وہ مردم خیز سرزمین ہے جہاں کے اہل علم وادب نے اپنے علم وفن کے ذریعہ اپنے وطن کا نام روشن کیا تو ایسے بھی جانباز اور محبان وطن پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے ملک کی آزادی کی خاطر جان، مال، عزت، آبرو کو قربان کر کے وطن کا نام بلند کیا۔

۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ میں جس وقت انگریزوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی اس کے دوسرے ہی دن امروہہ میں انگریزوں کے خلاف تحریک کا آغاز ہو گیا۔ ہندوستان کے دیگر شہروں کی طرح امروہہ کے مسلمانوں بالخصوص سادات امروہہ نے انگریزوں کی بھر پور مخالفت کی اور ان کو جانی اور مالی نقصان پہونچایا۔ جس کا ثبوت وجوہات دفعہ ۲ روبکار عدالت سیشن باجلاس الیگزینڈر شیکسپیئر صاحب جس مقدمہ میں سرکار مدعی اور سید شبیر علی خاں مدعا علیہ تھے سے ملتا ہے۔

''دفعہ نمبر۲: مدعا علیہ منجملہ بڑی جماعت سیدوں کے ہے۔ جو قصبہ امروہہ میں سکونت رکھتے ہیں اور جن کے حق میں منجملہ زر مالگذاری ہر سال قریب ڈیڑھ لاکھ روپے کے بطور عطائے معافی یا نذرانہ کے معاف ہوتا ہے، یہ سب عطیات شاہان سابق دہلی کی طرف سے ان کو مرحمت ہوئے تھے اور سرکار انگریزی نے بدستور سابق ان عطیات کو بحال وقرار رکھا مگر باوجود ایسی مرحمتوں کے امروہہ کے سوائے کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں ایسی زیادہ دشمنی اور زیادہ مستحکم تمردنسبت عملداری سرکار انگریزی کے ظہور میں آئی ہو جیسی کہ سادات کی جانب سے امروہہ میں ظاہر ہوئی، عذر کے اول ہی مہینہ میں جبکہ ضلع افسران انگریزی کے قبضہ میں تھا امروہہ کی تحصیل وتھانہ پر حملہ ہوا اور سترہ ہزار روپیہ سرکاری باغیوں نے بہ سرداری گلزار علی ایک سید کولوٹا اور کوتوال و جمعدار پولیس کو قتل کیا، جولائی ۱۸۵۷ء میں ایک بڑی جماعت ان سید معافی داروں کی مراداآباد میں آئی اور نواب رام پور کو جو اس زمانہ میں منصرم ضلع تھے عرضی گذارنے۔ منجملہ ان کی گذارشوں کے ایک یہ تھی کہ نذرانہ جو ان سے لیا جاتا ہے ان کے حق میں معاف کیا جاوے۔ سیدوں کا زور اور نام ایسا تھا کہ نواب نے ان کی درخواستیں قبول کرنے کو اپنی رضامندی ظاہر کردی''۔

امروہہ میں تحریک آزادی کے بانی سید گلزار علی اور سید شبیر علی خاں تھے۔ سید گلزار علی نے انگریزوں کے خلاف فوج تیار کی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل ہوئے اور تھانہ اور تحصیل پر حملہ کر کے قبضہ کیا اور سرکاری خزانہ لوٹا۔ بہادر شاہ ظفر کو عرض داشت بھیج کر اسلامی حکومت قائم کرنے کی درخواست کی۔ جس کے جرم میں انگریزی حکومت نے ضبطی جائداد اور مکانات کے مسمار کرنے کا حکم دیا۔

شبیر علی خاں کی عرضداشت کے جواب میں فرمانِ شاہی آیا تھا جو انگریزوں کے

ہاتھ لگ گیا جس کے جرم میں آپ کو کالے پانی اور عمر قید کی سزا ہوئی۔ سید شبیر علی خاں کا یہ جرم اتنا سنگین مانا گیا کہ ۱۸۵۸ء کو جب ملکہ وکٹوریہ کی جانب سے معافی کا اعلان ہوا تو شبیر علی خاں کے لئے حکم تھا کہ سب کو معاف کیا جا سکتا ہے مگر ان کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔

ان کے علاوہ مظفر علی خاں، مہربان علی خاں، بشارت علی وغیرہ جن کی جائداد بھی ضبط کی گئی اور پھانسی بھی دی گئی۔ بڑے بازار کے تراہے پر پھانسی کا پھندا آویزاں تھا۔ جس پر مجاہدوں کو پھانسی دی جاتی تھی۔ انتہائی خوف وہراس کا ماحول تھا۔ ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی مگر ان حالات کے بوجود اہل امروہہ نے انگریزوں کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ یہی چھوٹے چھوٹے شہروں میں انگریزوں کے خلاف نفرت تھی جس نے انہیں ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

پہلی جنگ آزادی کے مجاہد سید شبیر علی خاں کو ۱۸۶۰ء میں جزیرۂ سراوک (انڈومان نکوبار) بھیج دیا گیا۔ وہ ایک طویل عرصہ تک وہاں رہے اور خطوط کے ذریعہ اعزا واقارب کو وہاں کے حالات سے مطلع کرتے رہے۔

سید شبیر علی خاں کی خط وکتابت خالا زاد بھائی مولوی سید باقر نذر ولد سید احمد نذر ساکن محلّہ سٹّھی اور بہنوئی سید حسن نذر ولد سید احمد نذر ساکن محلّہ سٹّھی جو خالا زاد بھائی بھی تھے اور چھوٹے بھائی سید حمزہ علی خاں سے تھی۔

مولوی سید باقر نذر کے سلسلہ میں صاحب تواریخ واسطیہ صفحہ ۳۷۵ پر رقم طراز ہیں کہ "سید باقر نذر محکمہء رجسٹری میں محرر اول مقام امروہہ وحسن پور میں تاحیات مقرر رہے یہ ذی علم خوشخط خوش وضع صاحب لیاقت نیک طریقت مشہور ومعروف تھے۔"

سید حسن نذر بھی نہایت نیک اور پابند شرع تھے جن کے بارے میں صاحب

تواریخ واسطیہ صفحہ ۳۷۵ پر لکھتے ہیں کہ

''سید حسن نذر بھی نمازی اور پرہیزگار عمدہ صفت نیک عادت صاحب وضع ہیں''

سید شبیر علی خاں نے ان خطوط میں سراوک کے مفصل حالات تحریر کئے ہیں جو معلومات کا نادر ذخیرہ ہیں اور اپنی مشمولات کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں خطوط کی زبان نہایت سادہ و سلیس اور عام فہم ہے چھوٹے جملوں میں نپے تلے الفاظ کے ذریعہ زیادہ مفہوم کو بیان کیا اور عبارت آرائی سے گریز کرتے ہوئے اصل مطلب تحریر کیا ہے۔

چونکہ یہ خطوط نادر ذخیرہ ہیں تاہنوز شائع نہیں ہوئے ہیں اور پہلی جنگ آزادی کی تاریخ مرتب کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں اس افادیت کے پیش نظر ہم نے انہیں اس کتاب میں مرتب کیا اگر چہ وہ اصلی خطوط دستیاب نہ ہو سکے مگر امروہہ کی معتبر شخصیت جنہیں تاریخ امروہہ پر عبور حاصل تھا ماہر نسّاب حضرت مولانا سید بشیر حسن صاحب طاب ثراہ (۱۳۰۹ھ۔۱۴۰۱ھ) نے یہ خطوط اصل سے نقل کئے تھے جنہیں ہم نے مرتب کر کے شائع کرنے کی سعی کی ہے۔

مولانا موصوف کی سادات امروہہ کے شجرات پر گہری نظر تھی۔ آپ کی تالیفات ''شجرات سادات امروہہ'' اور ''گھر گرہستی'' بے حد مقبول ہوئیں۔ جہاں تک اصل خطوط کا سوال ہے وہ خطوط امروہہ کے بزرگ عالم دین حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید محمد عبادت صاحب کلیم اعلیٰ اللہ مقامہٗ (۱۳۱۹ھ۔۱۴۱۰ھ) کے پاس موجود تھے جسکا ذکر مولانا سید بشیر حسن صاحب نے اپنی کتاب شجرات سادات امروہہ میں سید شبیر علی خاں کے ذیل میں کیا ہے کہ

''میں نے سید شبیر علی خاں کے خطوط مولانا سید محمد عبادت صاحب قبلہ سے لیکر نقل کئے ہیں''

(شجرات سادات امروہہ صفحہ ۲۹)

ہم وہ خطوط بعینہ نقل رہے ہیں۔ کچھ خطوط بوسیدہ تھے بعض پارہ تھے اور کہیں کہیں عبارت خواندہ نہیں تھی۔ جس کے سبب مولانا مرحوم نے وہ عبارت نقل نہیں کی۔ لہذا کہیں کہیں سے عبارت حذف ہوگئی ہے مگر اس کے باوجود بھی ان خطوط کی افادیت اپنے مقام پر قائم ہے۔ جس کا اندازہ خود قارئین کو خطوط کے مطالعہ سے ہوجائیگا۔

میں مولانا سید بشیر حسن صاحب کے فرزند ارجمند محترم جناب سید قائم مہدی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ خطوط عنایت فرمائے۔ موصوف علم دوست، مخیّر، ملنسار، خلیق اور ہر دل عزیز شخصیت کے حامل ہیں۔ آل احمد گرلز انٹر کالج، امروہہ کی مجلس منتظمہ کے فعال کارکن رہے پیشے سے انجینئر ہیں۔ سرکاری ذمہ داری سے سبکدوش ہوکر امروہہ ہی میں مقیم ہیں اور قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کی سلسلہ میں امداد اور رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ آپ نے ہی اس کتاب کی اشاعت کے کل اخراجات برداشت کئے ہیں خداوند قدوس موصوف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اس سلسلہ میں احباب کا سپاس گذار ہوں کہ انہوں نے ضروری مشوروں سے نوازا خداوند عالم بحق محمد وآل محمد علیہم السلام اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہم سب کو مذہب اور ملک کی خدمت کرنے کا جذبہ عنایت فرمائے۔

والسلام

سید شہوار حسین نقوی

میر انیس اکیڈمی حقانی اسٹریٹ امروہہ، یو۔ پی

۱۵ ؍ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ ؍ ۲۸ ؍ ستمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعہ، مرادآباد

امروہہ میں ۱۸۵۷ء کے حالات

۱۸۵۷ء کا وہ قیامت خیز منظر کہ جب انسانیت فرنگی مظالم سے کانپ رہی تھی۔ مجاہدوں کو تختہ دار پر لٹکایا جا رہا تھا، سہاگ اجڑ رہے تھے، بچے یتیم ہو رہے تھے، مال و اسباب لٹ رہا تھا، بستیاں نظر آتش کی جا رہی تھیں۔ ان سے اٹھتے ہوئے شعلے ہندوستانیوں کی بیکسی کا ماتم کر رہے تھے۔ یتیموں کی سسکیاں بیواؤں کے رونے کی آوازیں فرنگی درندگی کا اعلان کر رہی تھیں۔ عجب کسماپرسی کا عالم تھا۔ باپ سے بیٹے بچھڑ گئے ماں سے اولاد جدا ہوگئی بھائی کو بھائی کی خبر نہیں تھی نفس نفسی کا عالم اور ہر طرف خوف و ہراس کا ماحول تھا۔ ایسے سنگین حالات میں ہندستانیوں نے انگریزوں کا جوانمردی سے مقابلہ کیا اور اپنے خون کے آخری قطرے تک آزادی کی جد و جہد کرتے رہے۔ اس بیداری کو "آزادی کی پہلی جنگ" سے خطاب کیا گیا اس انقلاب نے فرنگیوں کی جڑیں ہلا دیں اور ان پر یہ ظاہر کر دیا کہ ہندوستانی جانبازوں میں ہر وقت اتنی طاقت اور ہمت موجود ہے کہ وہ تاناشاہوں کو اکھاڑ پھینکیں۔ ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ میں جس وقت انگریزوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی اسکے دوسرے ہی دن امروہہ میں انگریزوں کے خلاف تحریک شروع ہوگئی۔ صاحب تاریخ امروہہ کے مطابق میرٹھ میں فوج کے باغی ہو جانے کی خبریں سب سے پہلے ۱۲ رمئی ۱۸۵۷ء کو امروہہ اور مراد آباد پہنچیں۔ اس زمانہ میں مسٹر سی۔ بی۔ سانڈرس (Mr.C.B.Saunders) مجسٹریٹ مراد آباد، مسٹر جے۔ جے۔ کمبل جائنٹ مجسٹریٹ (Mr.J.J.Compbell) اور مسٹر جے۔ کراکرافٹ ولسن (Mr.J.Cracroft Wilson) جج تھے۔ آخر الذکر چونکہ اس ضلع

میں سترہ برس سے تعینات تھے وہ ضلع اور باشندگان ضلع کی حالت سے پوری طرح باخبر تھے اس لئے جب صورت حال زیادہ تشویش ناک ہوگئی تو تمام ضلع کا انتظام ان ہی کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ ۱۵رمئی کو جب یہ اطلاع ملی کہ گوجروں نے میرٹھ کا راستہ روک رکھا ہے تو یہ تجویز ہوئی کہ مسٹر سانڈرس کے ساتھ کچھ جمعیت گوجروں کی سرکوبی کے لئے بھیجی جائے ۔ امروہہ کے کوتوال سید افضل علی بھی مسٹر سانڈرس کی ہمراہی میں متعین ہوئے امروہہ کے انتظام کے لئے یہاں کے روساء اور بااثر اشخاص کو مسٹر سانڈرس نے خطوط لکھے ۔ تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے خط موسومہ سید محمد حسن خان (دانشمند) کی نقل درج کی جاتی ہے

''خان صاحب بسیار مہربان سید محمد حسن خان حاحب سلمہ اللہ تعالٰی بعد سلام و شوق ملاقات واضح باد۔ حسب روبکار امروزہ آپ کو لکھا جاتا ہے کہ سید افضل علی کوتوال ا ر ہہ ہمارے سات (ساتھ) میرٹھ کو جاوے گا اور مدد علی باپ اس کا بطور منصرم امروہہ میں رہے گا۔ آپ کو مناسب ہے کہ کومک (کمک) اور مدد ہر طرح سے مدد علی کی کرتے رہو''۔

عین مہربانی ہوگی۔ فقط۔ تاریخ ۱۷رمئی ۵۷ء

اور واضح ہو کہ تم شریک مشورہ ہر امر کے مدد علی کو بھی لکھا گیا کہ با تفاق اور مشورہ تمہارے کے انجام کار کرے۔ فقط تحریر صدر سنہ صدر

Char B. Saunders, Magistrate.

۱۷رمئی ۱۸۵۷ء [1]

---

[1] تاریخ امروہہ محمود احمد عباسی صفحہ ۵۸

درگاہ حضرت شاہ ولایتؒ میں جلسہ

امروہہ میں میرٹھ اور دہلی کے غدر کی خبریں پہنچنے کے پانچ چھ دن بعد غالباً ۱۷/ مئی کو خاندان دیوان سید محمود (دربار کلاں) اور خاندان درویش علی خاں کے سربرآوردہ افراد نے سب سے پہلے مجلس مشاورت درگاہ شاہ شرف الدین شاہ ولایتؒ میں منعقد کی۔ اس میں شہر کے مختلف خاندانوں کے عمائد واکابر کو طلب کیا گیا تھا۔ تقریباً تیس (۳۰) افراد احاطہء درگاہ کے اندر اس مجلس میں شریک ہوئے، بیرون درگاہ روساء واکابر شہر کے ملازمین اور عوام کا ہجوم تھا۔ جلسہ کے بانیوں میں سید محمد حسین خان ابن وجیہ الدین خاں، سید یوسف علی خان، مولوی سید تراب علی، سید محمد باقر، سید محمد عرف محمد چھمک، سید مبارک، سید محمد زمان، سید ذوالفقار علی، سید فرحت علی وسید شرف علی پسران سید مددعلی (کٹکوئی)، سید تحسین علی سید علی محمد، سید سلطان علی، سید محمد اسمعیل، سید بنیاد علی عرف عقرب، سید بشارت حسین، سید شبیر علی خان، سید غلام سجاد بن حسین علی وغیرہ (نبیرگان دیوان سید محمود) سید یادعلی وسید سجاد علی پسران داد علی (ساکنان محلّہ بگلہ) سید رمضان علی (کٹرہ غلام علی) اور خاندان درویش علی خان میں ولایت علی خان، مولوی بشارت علی خان، مہربان علی خان وغیرہ اور مجاپوتوں میں سے سید محمد حسین بن دائم علی اور چبوترہ والوں میں سے سید نذیر حسین وامیر حسین وغیرہ موجود تھے۔ دیگر عمائد واکابر شہر میں سے سید علی مظفر خان (گھڑیال والے)، میر بنیاد علی (پیرزادہ)، مولوی کریم بخش عباسی اور سید محمد حسن خان (دانشمند) بھی شرکت کے لئے بلائے گئے تھے۔ بانیان جلسہ کی غرض یہ تھی کہ اگر ایسا غدر ضلع مرادآباد میں

بھی ہو گیا جیسا کہ دہلی اور میرٹھ میں ہوا ہے تو ہم انگریزی عملداری کو امروہہ میں درہم برہم کردینگے اور اپنی حکومت قائم کرلیں گے۔ خاندان دیوان سید محمود اور خاندان درویش علی خان کے افراد تعداد اور رسوخ کے اعتبار سے اس زمانہ میں امروہہ کے دوسرے خاندانوں کی نسبت شان امتیاز رکھتے تھے اور اپنے کو موروثی منصبدار سمجھتے تھے اور اس لئے شہر کی حکومت اور انتظام کے دعویدار تھے۔ سید علی مظفر خان (گھڑیال والے) سید محمد حسن خان (دانشمند) اور شہر کے دیگر اکابر نے ان کی اس تجویز سے اختلاف کیا لیکن بانیان جلسہ نے آپس میں مشورہ پختہ کرلیا اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

امروہہ میں یہ حالات پیش تھے اُدھر مسٹر سانڈرس میرٹھ جانے کے قصد سے ۱۸ رمئی کو مرادآباد سے روانہ ہو کر رجب پور پہنچے تھے کہ ۱۹ رمئی کو باغیوں نے مرادآباد کا جیل خانہ توڑ کے قیدیوں کو آزاد کردیا، اور فوج باغی ہو گئی۔ رجب پور کے مقام پر اس واقعہ کی اطلاع پاتے ہی انہوں نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور سید افضل علی تھانہ دار امروہہ و سید محمد حسن خان (دانشمند) کے ساتھ جو امروہہ سے رجب پور بھیجے گئے تھے، مسٹر سانڈرس مرادآباد واپس آگئے۔

سید گلزار علی

امروہہ میں انگریزوں کے خلاف تحریک چلانے والوں میں نمایاں نام سید گلزار علی کا ہے۔ جن کی مدبرانہ قیادت اور بہادرانہ اقدام سے اہل امروہہ میں ہمت وجرت عزم وحوصلہ اور وطن عزیز پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے جان و مال کے ساتھ اس تحریک میں شرکت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایسا طاقتور لشکر مرتب کر لیا کہ جس نے اپنی نبرد آزمائی سے فرنگی حکومت کی چولیں ہلا دیں۔

سید گلزار علی کی ولادت

آپ کا تعلق (منڈی چوب) دربار کلاں میں سادات نقویہ سے تھا۔ آپ کی سن ولادت کے سلسلہ میں تاریخ داں خاموش ہیں۔ قدیم کتب تاریخ میں آپ کی سن ولادت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ویسے آپ سید شبیر علی خاں کے ہم سن تھے۔ جن کی سن ولادت تقریباً ۱۸۲۲ء بیان کی جاتی ہے۔ سید گلزار علی کی عمر ۱۸۵۸ء میں تقریباً ۳۵ سال تھی۔ اس طرح ان کا سن ولادت ۱۸۲۳ء ہوتا ہے۔ آپ نے دیوان سید محمود کی نسل میں سید اکبر علی کے گھر آنکھ کھولی۔ آپ کا خانوادہ شجاعت و بہادری میں مشہور تھا۔ جہاں ہر وقت جانبازی و دلیری کے تذکرے ہوتے تھے۔ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے بچے کا کمسنی سے شجاع اور بہادر ہونا فطری بات ہے۔

شجرۂ نسب

سید گلزار علی بن اکبر علی بن قرب علی بن عبد الواحد بن عبد الباری بن دیوان

سید محمود بن عبدالماجد بن عبدالخالق بن شاہ ابوالحسن بن سید محمد میر عدل بن سید منتخب ثانی بن سید بڑے بن سید چاند بن سید منتخب اول بن سید راجے بن سید حسین عبدالعزیز بن شاہ شرف الدین بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن ابوالمعالی بن ابوالفضل بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی نقی علیہ السلام

سید گلزار علی کے جداعلیٰ

سید عبدالواحد بن عبدالباری بڑے منصب دار تھے۔ ان کا منصب یکصد یذات دس سوار برائے زمینداری تھا۔ پروانہء جاگیر مورخہ بست و چہارم رمضان ۲ھ جلوس تعدادی مبلغ دولک وسی ونہ ہزار وسہ صد وہفتاد و پنجدام از پرگنہ امروہہ میں مقدار منصب مذکورہ تحریر ہے۔ (تواریخ واسطیہ)

سید گلزار علی کے بھائی

آپ کے دو بھائی تھے۔ سید سجاد علی ان کی شادی دختر سید غلام ولی 'دانشمندان' سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکا سید باقر حسین ہوئے۔ دوسرے سید ظہور علی اور ایک بہن شرافت النساء زوجہ اقبال علی 'چھنگا دروازہ' ہوئیں۔

سید گلزار علی کی شادی

آپ کی شادی امروہہ کے معزز خاندان میں سید رمضان علی بن سید امیر علی کی دختر تحسین النساء سے ہوئی۔ جو انتہائی نیک سیرت، مطیع اور فرمانبردار تھیں اور اپنے شوہر کی تحریک آزادی میں ہر طرح معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔

سید گلزار علی کا اخلاق و کردار

آپ کی ذات اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھی ۔ جس میں غضب کی جاذبیت اور کشش پائی جاتی تھی ۔ جو بھی ایک نظر دیکھ لیتا تھا۔ ملاقات کا متمنی ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے گرد ہمیشہ لوگوں کا ہجوم رہتا تھا اور سب سے اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے۔ جس کی بنا پر آپ قرب و جوار کے اضلاع میں بھی مشہور ہو گئے تھے ۔ جیسا کہ صاحب تواریخ واسطیہ صفحہ ۱۶۰ پر تحریر کرتے ہیں

''چند اضلاع میں ان کا نام مشہور و معروف ہو گیا تھا۔ یہ بہت خوبصورت وجیہ تھے اکثر جھگڑوں و قضایوں میں دیگر امورات میں شہر کے یہ سب سے آگے موجود ہوتے تھے''

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ سید گلزار علی صاحب فہم و فراست تھے اور مسائل حل کرنے کی اعلیٰ صلاحیت رکھتے تھے۔ آگے چل کر صاحب تواریخ واسطیہ تحریر کرتے ہیں کہ

''اس شہر میں و نیز دیگر شہروں میں ان کے نام نے بہت شہرت پائی یہاں تک کہ ان کی شہرت کمال کو پہونچی کہ دیگر اضلاع کے لوگ ان کی صورت دیکھنے کے مشتاق رہتے تھے''

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سید گلزار علی نے اپنی ذات کو خدمت خلق کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جس کا جو کام ہوتا تھا۔ اسے انجام دینا اپنا فریضہ سمجھتے تھے ۔

حلیہ

سید گلزار علی انتہائی وجیہ اور خوبصورت انسان تھے ۔ آپ کے حلیہ کے بارے میں کہا جاتا کہ چوڑی پیشانی ، کشادہ سینہ، بھرے بازو ، دراز قامت ، چہرا رعب دار تھا۔

آپ کے رعب کا یہ عالم تھا، جس وقت بازار سے گذرتے تھے کہ جس طرف نظر اٹھاتے تھے دوکاندار احترام کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور ہر طرف سناٹا چھا جاتا تھا۔

پیشہ و مشغلہ

ابتدائی تعلیم امروہہ میں حاصل کرنے کے بعد آپ مراد آباد چلے گئے اور مختاری کا امتحان دیا۔ امتحان میں کامیابی کے بعد محکمہ کلکٹری میں مختار عدالت ہو گئے۔ اسی دوران ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی شروع ہوگئی۔ ۱۹رمئی ۱۸۵۷ء کو جب مراد آباد میں اس تحریک نے شدت اختیار کی تو سید گلزار علی راتوں رات اپنے ساتھیوں کے ساتھ امروہہ آ گئے۔ اور اس انقلاب کی قیادت سنبھالی۔

سید گلزار علی کا عشق امام حسین علیہ السلام

آپ کو حضرت امام حسینؑ سے والہانہ عشق تھا۔ عزاداری امام حسینؑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور عشرۂ محرم میں امام حسینؑ کے غم میں مغموم رہتے تھے۔ صاحب تواریخ واسطیہ صفحہ ۱۶۰ پر رقمطراز ہیں کہ

''ماتم داری اور علم برداری عشرۂ محرم میں سب سے آگے موجود رہتے تھے''

اس سے ثابت ہے سید گلزار علی نے آزادی اور حریت کا درس اپنے آقا و مولا حضرت امام حسینؑ سے لیا تھا جن کا ارشاد گرامی ہے ''ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے''

سید گلزار علی کا تھانہ اور تحصیل پر حملہ

۱۹رمئی کو جب جیل خانہ توڑ کر قیدی آزاد ہو گئے۔ سید گلزار علی بن سید اکبر علی

قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ راتوں رات مراد آباد سے امروہہ آ پہنچے۔ یہاں پہلے ہی سے لوگ آمادۂ فساد تھے۔ درگاہ شاہ ولایتؒ کی مجلس مشاورت کے بعد سید رمضان علی (کٹرہ والے) کے مکان پر پنچایت ہوئی، پھر سید گلزار علی کے امروہہ پہنچنے پر محلّہ دربار کلاں میں شیخ رمضان علی کے مکان پر تمام رات بڑے شور وغل کے ساتھ پنچایت ہوتی رہی۔ اس پنچایت میں سید ظہور حسن وسید یعسوب الدین (دوست علی والے) اور چند اور لوگ بھی شریک ہوئے، تمام پخت وپز ہو جانے پر ۲۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو علی الصباح تھانہ پر حملہ کیا گیا جس میں کئی ہزار اشخاص شریک بیان کئے جاتے ہیں۔ باغیوں نے میر مدد علی تھانہ دار اور شہامت خان جمعدار کو قتل کر کے تھانہ کے مکان کو جلا دیا، ان دونوں حضرات کی قبریں پرانے تھانے کے سامنے موجود ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر باغی تحصیل پر چڑھ دوڑے، سترہ ہزار روپیہ خزانہ تحصیل کا لوٹ لیا اور تمام دفتر کو جلا کر خاک کر دیا۔ منصف سعد اللہ خان کو مع دفتر کے سید علی مظفر خاں اپنے مکان پر لے آئے تھے اس لئے وہ محفوظ رہے۔

یہ واقعات جب امروہہ میں رونما ہو رہے تھے مسٹر سانڈرس نے اسی صبح کے وقت سید محمد حسن خان (دانشمند) کو امروہہ کے انتظام کے لئے مقرر کیا اور پروانہ دیکر مراد آباد سے امروہہ بھیجا، وہ قریب ایک بجے دن کے جب امروہہ پہنچے تھانہ و تحصیل لٹ چکی تھی۔ مجاہدوں نے اپنا تسلط اور اپنا انتظام قائم کر لیا تھا۔ ان حالات کی اطلاع جب حکام ضلع کو ہوئی مسٹر سانڈرس نے ناظر گورسہائے ولد ہرپت سنگھ کو، جو قوم کے جاٹ اور کلکٹری میں ناظر کے عہدہ پر مامور تھے، یہ کہہ کر امروہہ بھیجا کہ امروہہ کا جانا کوئی قبول نہیں کرتا تم امروہہ جا کر انتظام درست کرو۔ چنانچہ ناظر مذکور ۲۴ رمئی کو امروہہ آئے۔ سید علی

مظفر خان، میر بنیاد علی خان (پیرزادہ) اور شہر کے اور امن پسند لوگ شہر سے جا کر ان کو اپنے ساتھ لائے۔ ان کے ہم قوم جاٹوں کی کثیر تعداد بھی ان کے ساتھ جمع ہوگئی۔ دوسرے دن ۲۵رمئی کو مسٹر ولسن بھی تلنگوں کی ایک جماعت کے ساتھ امروہہ آئے۔ سید گلزار علی اور ان کے ساتھی مسٹر ولسن کی آمد کی خبر سن کر امروہہ سے چلے گئے۔ مسٹر ولسن نے مفسدہ پردازوں کی تنبیہ اور حکومت کے رعب و اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے سید گلزار علی وغیرہ مجاہدوں کے مکانات منہدم و مسمار کرا دیئے۔ ۲۶رمئی کو مسٹر ولسن مراد آباد واپس آگئے۔ ناظر گور سہائے، جن کو بصلہء خدمات ایام غدر بعد میں راجہ کا خطاب اور گیارہ گاؤں انعام میں دیئے گئے، امروہہ کے ناظم مقرر ہوئے۔ لیکن وہ صرف دس دن امروہہ رہے تھے کہ مسٹر جے۔ جے۔ کیمبل جائنٹ مجسٹریٹ نے حسن پور کے مقام پر دوسو آدمیوں کو ساتھ انہیں طلب کیا۔ وہاں سے ساتویں دن یعنی ۱۰رجون کو جب یہ امروہہ واپس آئے حالات بہت کچھ تبدیل ہو چکے تھے۔ مراد آباد سے انگریز حکام میرٹھ و نینی تال جا چکے تھے اور انگریزی عملداری ضلع میں باقی نہیں رہی تھی۔ مجاہدین ناظر گور سہائے کو مار ڈالنے کی فکر میں تھے کہ یہ اسی دن امروہہ سے مراد آباد چلے گئے۔ اور وہاں سے اپنے ہم قوم جاٹوں کی امداد سے گجرولہ گئے جہاں ساکنان امروہہ میں سے پیر محمد علی خاں وغیرہ تا اختتام غدر ان کے ساتھ رہے۔ مراد آباد میں نواب مجو خاں نبیرہ شیخ عظمت اللہ سابق صوبہ دار مراد آباد نے شہر پر اپنا قبضہ و تسلط قائم کر لیا تھا لیکن نواب رامپور کے عم بزرگوار نواب عبد العلی خاں کی آمد پر انہیں علیحدہ ہونا پڑا۔ [1]

[1] تاریخ امروہہ صفحہ ۶۰

سید گلزار علی اور دیگر مجاہدوں کی چندروزہ حکومت

شاہی فرمان کے پہنچنے پر سید شبیر علی خاں وسید گلزار علی اور انکے ساتھیوں نے امروہہ میں اپنی حکومت قایم کرنی چاہی ۔ مسٹر (بعد کو سر جان) اسٹریچی مجسٹریٹ مراد آباد نے ماہ فروری ۱۸۵۸ء میں بمقام امروہہ مقدمہء بغاوت کی جو تحقیقات فرمائی اور اس سلسلہ میں سید محمد حسن خاں (دانشمند)، ناظر گورسہائے، میر بنیاد علی (پیرزادہ)، مولوی کریم بخش عباسی، جوہر بمل ساہوکار، ہر پرشاد قانون گو وغیرہ کو جو اظہارات ہوئے ان سے بخوبی ثابت ہے کہ ابتدائے ایام غدر میں سادات محلّہ دربار کلاں دیوان سید محمود اور شیوخ کلال نبیرگان درویش علی خاں منصب دار پنجہزاری عہد فرخ سیری نے امروہہ پر اپنی حکومت قایم کی، رعایا سے پندرہ پندرہ بیس بیس برس کا زمیندارہ وصول کیا، ان ہی حضرات میں سے کوئی ناظم مقرر ہوا اور کوئی دیوان بنا، مہاجنوں اور ساہوکاروں سے بھی روپیہ طلب کیا حتی کہ ایک فقیر حسین شاہ تکیہ دار کو مار پیٹ کر اس سے روپیہ حاصل کیا لیکن یہ حالت چند ہی روز رہی ۔ اس کے بعد نواب صاحب رام پور نے سید گلزار علی کو شکست دیکر امرہہ پر پورا تسلط قایم کرلیا، ناظر گورسہائے نے اپنے اظہار میں بیان کیا تھا کہ:

''سیدوں امروہہ نے امروہہ پر تسلط کیا، اپنی منادی پٹوائی اور گشت اپنی رکھی اور حق زمینداری قصبہ امروہہ کا باشندگان امروہہ سے ۲۲ برس پہلے کا وصول کیا ۔۔۔۔۔۔۔ دو اہیروں کو مار ڈالا اور روپیہ ان کے چھین لئے ایک سنار کو اور ایک کھتری کو ان کے گھر پر چڑھ کر مار ڈالا، جو کچھ جھگڑا آتا اس کو فیصل کرتے ۔۔۔۔۔۔ اور حویلی میری ان ہی ایام

میں اڑوادی، دو ہزار روپیہ کی لاگت کی تھی۔اب میں نے وہ حویلی بنوائی ہے۔'' ل

مولوی کریم بخش عباسی نے جو ایامِ غدر میں من جانب نواب صاحب رامپور امروہہ کے کوٹ گشت تھے اپنے اظہار میں جو ۱۶ر فروری ۱۸۵۸ء صاحب مجسٹریٹ کے سامنے دیا بیان کیا کہ:

''ناظر گور سہائے کے چلے جانے کے بعد سادات نے اپنے آدمی مقرر کیئے اور ہر ایک رعایا کو پکڑ وا منگوایا اور تحصیل زمیندارہ کی کری۔ بڑے دربار والوں نے بڑے دربار کی طرف کی تحصیل کری (کی) اور اسی تحصیل زمینداری میں سنار نے عذر کیا تھا کہ اس کو مار ڈالا اور اس کا گھر پھونک دیا۔ اور مقدمہ سرکار میں دائر ہوا تھا کہ بہ سبب نہ بہم پہنچنے ثبوت کے رہائی ہوئی اور طرف محلّہ غلام علی والوں کے رمضان علی نے تحصیل کری (کی) اور کلاکوں نے اپنی طرف سے اپنی تحصیل کری (کی) اور بگلوں والوں (سید یادعلی سجاد علی) نے اپنی جگہ پر رعایا سے تحصیل کری (کی) اور دس دس بیس بیس برس پہلے کی زمینداری تحصیل کری (کی) بعد کو سرکار کیطرف سے جب نواب صاحب رامپور نے عمل دخل یہاں کیا تب سب متفق ہو کر وہاں گئے۔ اول یہ درخواست کری (کی) کہ جو حاکم مقرر ہوں ہمارے اختیار سے ہوں۔ دوم نذرانہ معاف کر دیا جائے اور باقی جو ہے وہ اگلے سالوں پر ڈال دیا جاوے اور بات اسی قسم کی درخواستیں کریں (کیں)۔۔۔۔۔۔ بعد کو نواب صاحب (رام پور) نے مجھے یہاں کا تھانہ دار کیا اور (مولوی) محبّ علی (خان عباسی) کو تحصیلدار کیا۔ برائے نام تھانہ دار تحصیلدار تھے مگر سب زور سیدوں کا رہا اور برائے نام دخل نواب صاحب کا ہوا اور جیسا

ل بیان ناظر گور سہائے بہ اجلاس مسٹر اسٹریچی ۱۲ر فروری ۱۸۵۸ء بحوالہ تاریخ امروہہ صفحہ ۷۰

دخل چاہئے قرار واقعی نہ ہونے دیا اور اپنا ناظم اور تھانیدار اوروں کو کرایا۔ جب نواب

صاحب نے گلزار علی کی لڑائی ماری اور علی اصغر خاں کو ناظم کیا اور ابن علی کو تھانیدار کیا اور

چھوٹے لال کو تھانیدار کیا تب پورا دخل ہوا نہیں تو برائے نام دخل تھا اور اس عرصہ میں جب

تک بے دخلی نواب صاحب کی رکھی بادشاہ (معزول دہلی) کے ساتھ رسل رسائل رکھے

۔ایک فرمان شبیر علی خاں کے نام واسطے کرنے انتظام کے آیا۔اس کی نقل میں نے نواب

صاحب (رام پور) کے پاس بھیج دی ہے مگر سنا ہے کہ سوائے اس کے اور بھی فرمان بنام شیخ

محمد افضل اور شیخ بشارت علی خاں کلال اور کسی کے آیا مگر یہ فرمان ظاہر نہ ہوئے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور شرف علی وغیرہ اقوام سادات اپنے آپ کو نواسہ اور منصب دار

بادشاہی کہتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب حکیم سعادت علی خان جانب سرکار سے

واسطے مقابلہ گلزار علی کے آئے اور فرحت علی و یوسف علی خان، محمد حسین خان، مولوی تراب

علی سے جو توپ مانگی تو بپاس خاطر گلزار نہ دی۔۔۔۔۔۔۔۔اور ولایت علی خان مہربان

علی خان اور بشارت علی خان کلال ۔۔۔۔۔۔اپنے باپ دادوں کو منصب دار بادشاہی

بتاتے تھے اور یہ امر میرے روبرو کہتے تھے کہ دادا ہمارے درویش علی خان وزیر

تھے۔۔۔۔۔۔اور نجیب خان باغی بھی ان کے کہنے سننے سے آیا اور نور اہن پور اور

رجب پور میں ان کے اشارہ سے رسدی گئی۔'' [1]

---

[1] بیان مولوی کریم بخش ۱۹ر فروری ۱۸۵۸ء بہ اجلاس مسٹر اسٹریچی مجسٹریٹ
بحوالہ تاریخ امروہہ صفحہ ۷۰

نواب صاحب رام پور کا انتظام

اس کے بعد نواب صاحب رام پور ضلع کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور امروہہ کی نظامت پر ناظر گورسہائے کو مامور فرمایا۔ یہ امر روساء سادات اولاد دیوان سید محمود کے خلاف منشاء ہوا۔ ناظر گورسہائے کا بیان ہے کہ:

''سارے رئیس امروہہ کے مراد آباد میں گئے اور انہوں نے جاکر نواب صاحب کو عرضیاں دیں کہ ہم ناظم ہونا گورسہائے کا نہیں چاہتے اور تھانہ داری افضل علی سے راضی نہیں ہیں۔ ہمارا ہی ناظم ہوئے اور ہمارا ہی تحصیلدار ہوئے اور ہمارا ہی تھانہ دار اور ان ہی ایام میں واسطے معافی نذرانہ کے اور بات کی عرضی دی تب نواب صاحب (رام پور) نے مصلحتاً ان ہی لوگوں میں سے (سید) شرف علی کا بیٹا یعنی سید یعسوب الدین (دوست علی والے) کو تھانہ دار کر دیا اور مولوی محبّ علی (خان عباسی) ساکن امروہہ کو تحصیلدار کر دیا مگر ناظم اپنا ہدایت علی خان اپنے سالہ کو کیا لیکن سادات نے ان کو دخل نہ دیا اور نہ تحصیل ہونے دی اور (سید) ظہور حسن کو اپنا ناظم مقرر کرایا اور اس وقت میں سیدوں کا دور رہا۔ طرح طرح کی زیادتی سیدوں نے کی اور گلزار علی بھی یہاں رہا اور خفیہ بھرتی فوج کی سب کے اشارے سے گلزار علی نے کرنی شروع کی اور طرف ہلدور سے (آدمی) لے آیا۔ جب میں نے عرضی مقام حسن پور سے صاحب کمشنر اور نواب صاحب (رام پور) کے پاس بھیجی اور لکھا کہ دو تین ہزار آدمی گلزار علی نے بھرتی کر لئے ہیں اگر زیادہ زور پکڑ گیا تو فساد ہوگا تب نواب صاحب فوج لائے اور گلزار علی کو شکست دی اور اپنا بندوبست

بخوبی کیا اور پھر ناظمی (سید) ظہور حسن کی نہ رکھی اور تھانہ داری بھی سیدوں کی نہ رکھی۔ ابن علی چندوسی سے آیا۔ تھانہ دار ہوا اور نواب صاحب علی اصغر خان ناظم رہے۔'' ۱

سید گلزار علی کے فوج بھرتی کرنے کی تائید عبدالعلی خان کے مندرجہ ذیل خط موسومہ سید علی مظفر خان (گھڑیال والے) مورخہ ۱۳ رنومبر ۱۸۵۷ء سے بھی ہوتی ہے۔

''خان صاحب مشفق مہربان دوستان سید علی مظفر خانپر وانہ حضور پُر نور صاحب بہادر بہ جواب عرضی سید ظہور حسن ناظم امروہہ جو مشعر پہنچنے سید گلزار علی مع خواجہ حسن سابق تھانہ دار رڑکی اور بھرتی کرنے سوار اور پیدل اور تیار کرنے اور باروت اور اظہار اس بات کے کہ ماڑے خان ۲ آتا ہے سامان استظہار کرو رام پور بھیجی گئی تھی''۔

اس ارشاد سے ورود ہوا کہ غلام ناصر خان صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کو مع ایک ہزار پیادہ اور دوسو سوار موجودہ مراد آباد اور درصورت موجودہ نہ ہونے دوسو سواروں کے مراد آباد بھیجنے ایک سو سوار اور دو ضرب توپ امروہہ کو اس واسطہ کہ خان مذکور سید گلزار علی فہمائش کر کے ان حرکات سے باز رکھیں اور کہہ دیں کہ امروہہ میں فساد نہ کریں اور جو مدعی الیہ فہمائش خان موصوف سے باز نہ آوے تو تدارک مشار' الیہ کا کریں اور تم سب صاحبوں کو لکھا جاوے کہ تم بھی مدد و معاون خان صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کے رہو ورنہ بعید خیر خواہی تمہارے سے متصور ہوگا اس واسطے غلام ناصر خان صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ امروہہ کو بھیجے گئے آپ کی خدمت

۱ بیان ناظر گوسہائے بمقدمہ ءبغاوت بہ اجلاس مسٹر اسٹریچی مجسٹریٹ مراد آباد واقع ۱۴ رفروری ۱۸۵۹ء بمقام امروہہ بحوالہ تاریخ امروہہ صفحہ ۷۲

۲ ماڑے خاں باغی نواب محمود خاں نجیب آباد کے ساتھیوں میں بہت شورہ پشت شخص تھا۔

میں تصدیعہ دیا جاتا ہے کہ آپ اس امر میں شریک اور ممد اور معاون غلام ناصر خان صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کے رہیں اور در صورت عدم اشتراک بعید خیر خواہی تمہاری سے متصور ہوگا "۔فقط [1]

المرقوم ۱۳ ر نومبر ۱۸۵۷ء

مہر عبدالعلی خان

سید گلزار علی کی فوج

سید گلزار علی نے انگریزوں کے خلاف اپنی فوج تیار کی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ بھرتی ہوئے۔ جس کا اظہار ناظر گور سہائے نے ۱۴ ر فروری ۱۸۵۹ء کے بیان میں اس طرح کیا ہے۔

"گلزار علی امروہہ میں موجود تھا اور خفیہ بھرتی سب کے اشارے سے گلزار علی نے کرنی شروع کردی اور ہلدور کی طرف سے آدمی لے آیا۔ جب میں نے عرضی نواب صاحب رامپور کے پاس بھیجی اور لکھا کہ دو تین ہزار آدمی گلزار علی نے بھرتی کر لئے ہیں اگر زیادہ زور پکڑ لیا تو فساد ہوگا۔ تب نواب صاحب فوج لائے"۔

سید گلزار علی کی فوج کا ہتھیار

سید گلزار علی کی فوج کے ہتھیاروں میں "گنڈاسے" [2] کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ اس کو فوجی تلوار کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ اسلحہ کی کمی کی بنا پر اس ہتھیار کا استعمال کیا گیا۔ "گنڈاسے" کو سپاہی اپنے کندھے پر رکھ کر چلتا تھا اس ہتھیا کے چلانے

---

[1] تاریخ امروہہ

[2] بانس کے ایک لمبے ڈنڈے میں سرے پر لوہے کا گنڈاسہ لگایا جاتا تھا۔

کی ہر سپاہی کو با قاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔اس کے لئے انہوں نے کاشن بھی وضع کئے تھے مثلاً ''ہتھ گنڈاس'' اس کا مطلب یہ تھا کہ دستہ کو ہاتھ میں پکڑ کر اور گنڈا اسے کو زمین پر ٹیک کر سپاہی سیدھا کھڑا ہو جائے۔''کندھ گنڈاس'' اس کا مطلب یہ تھا کہ گنڈا اسے کو کندھے پر ٹیک کر دستہ ہاتھ میں لیا جائے۔''چلے گنڈاس'' کا کاشن حملہ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

گلزار علی کی فوج کے پاس ایک توپ بھی تھی جسے ''شتر نالی'' کہتے تھے۔

نواب رامپور کے لشکر سے مقابلہ

سید گلزار علی کی فوج کے پاؤں جمتے ہوئے دیکھکر انگریز حکومت مین کھل بلی مچ گئی فوراً نواب رامپور کو حکم دیا گیا۔نواب رامپور کا لشکر امروہہ پہونچا اور سید گلزار علی کی فوج سے مقابلہ ہوا۔نواب رامپور کا لشکر جدید اسلحہ سے آراستہ اور آزمودہ تھا۔سید گلزار علی کے فوجی ناتجربہ کار اور غیر منظّم تھے۔غرض کہ انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔اس ہزیمت کے بعد سید گلزار علی کے فوجی منتشر ہو گئے۔کچھ روپوش ہو گئے اور کچھ امروہہ سے باہر چلے گئے۔سید علی اکبر بن بنیاد علی ساکن محلّہ حقانی بھی روپوش ہو گئے پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

انگریزی حکومت کا دوبارہ تسلط

موسم سرما میں کوئی خاص واقعہ قابل تذکرہ پیش نہیں آیا۔امروہہ اور حسن پور کی تحصیلوں میں البتہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان تنازعات ہوتے رہے۔۲۱/اپریل ۱۸۵۸ء میں شہزادگان دہلی میں سے فیروز شاہ دہلی کا ایک شہزادہ معہ کچھ فوج کے جو خاں

بہادر خاں بریلی کے برائے نام حکمراں نے مہیا کی تھی، مرادآباد میں داخل ہوا۔ تمام فوج متعینہ امروہہ باغیان نجیب آباد کے ہمراہ معہ اپنی توپوں کے شہزادۂ مذکور سے مرادآباد جا ملی اس سے اسکی قوت میں اضافہ ہو گیا، یہ خبر سنکر جنرل جونس کرنیل کک نے دستہ فوج انگریزی کے ساتھ مرادآباد کو کوچ کیا، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مسٹر ولسن نے ابتدائے ایام غدر میں ناظر گورسہائے کو امروہہ کا ناظم مقرر کیا تھا لیکن چند ہی ہفتہ بعد جب غدر کی شورش نے زیادہ زور پکڑا اور انگریزی عملداری شہر سے جاتی رہی تو ناظر گورسہائے بھی امروہہ سے گجرولہ چلے گئے وہاں وہ مع دیگر خیر خواہان حکومت انگریزی کچھ عرصہ مقیم رہے ۔ جاٹوں کی کچھ جمعیت بھی ان کے ساتھ تھی۔ امروہہ میں جو لوگ خیر خواہان حکومت تھے وہ برابر حالات سے انہیں مطلع کرتے رہتے تھے۔ اس زمرہ میں سید محمد حسن خاں (دانشمند) پیر امین الدین اور اس خاندان کے دوسرے اشخاص خاص طور سے قابل تذکرہ ہیں۔ یہ حضرات اور بالخصوص سید محمد حسن خاں مجاہدوں کے نقل و حرکت کی ناظر گورسہائے کو برابر اطلاع دیتے رہے۔ اس سلسلے میں ناظر موصوف کی حسب ذیل تحریر موسومہ سید محمد حسن خاں (دانشمندان) کا اس موقع پر نقل کرنا غالباً بے محل نہ ہوگا۔

''خاں صاحب مشفق مہربان کرم فرئے بیکراں سید محمد حسن خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد ما وجب و شوق ملاقات واضح باد۔

خط تمہارا آیا اور حال مندرجہ اس کا معلوم ہوا۔ جو تم نے لکھا ہے کہ خبر جانے فیروز شاہ کی معہ جمعیت چار ہزار آدمیان کے طرف دارانگر کے ہے۔ یہ خبر جھوٹ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس قدر جمعیت اس کے ساتھ نہیں، فقط آٹھ سو سات سو آدمی ہمراہ اس کے سنے

جاتے ہیں اور باغی لوگ حقیقت میں ادھر ادھر کو بھاگتے ہیں اور جو دربارۂ علالت طبیعت عارضہ زکام وغیرہ لکھا ہے آپ کو چاہیے کہ معالجہ اس کا کرا کر صحت حاصل کیجئے اور آئندہ کو جو خبر راست اور درست آپ کو معلوم ہو لکھتے رہو گے۔[1]

فقط المرقوم ۲۱/اپریل ۱۸۵۸ء

الراقم گور سہائے

و از طرف خادم علی تھانہ بچھرایوں و علی جان جمعدار چوکی گجرولہ سلام نیاز قبول باد۔

امروہہ میں بہت سے لوگ جرم بغاوت میں گرفتار ہوئے اور مراد آباد میں باغیوں کی گرفتاری کے لئے کرنیل کک Col. Coke کو متعین کیا گیا جنہوں نے شہر کی ناکہ بندی کر کے خانہ تلاشی شروع کی۔ نواب مجو خان گرفتار ہو کر گولی مار دئے گئے اور انکی بہت بڑی جاگیر اور وسیع مکانات ضبط کر لئے گئے۔ اسی طرح اور بھی متعدد سرغنہ لوگوں کی گرفتاری عمل میں آئی۔ انکو سزائے موت دی گئی۔ ۱۲/رمضان ۱۲۷۴ھ کو انگریزی فوج حدود ضلع مراد آباد میں داخل ہوئی اور ۳۰/اپریل ۱۸۵۸ء کو مسٹر آر ایلگزینڈر شکسپئر (Mr.R.Alexander Shakespear) کمشنر بریلی مراد آباد میں تشریف لائے۔ حکومت انگریزی کے دوبارہ تسلط پر چراغاں کیا گیا اور ضلع کا چارج ۲/مئی ۱۸۵۸ء سے ولایت حسن خان سابق ڈپٹی کلکٹر کو دیا گیا۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے نہایت نازک زمانہ تھا۔ اکثر انگریزی حکام کی نظروں میں ہر مسلمان باغی تھا ذرا شبہ پر مسلمان گرفتار ہو جاتے اور معمولی ضابطہ کی کاروائی کے بعد سخت سے سخت سزائیں پاتے تھے۔

[1] تاریخ امروہہ صفحہ ۷۴

سید گلزار علی کی روپوشی

اس مقابلہ کے بعد سید گلزار علیؒ روپوش ہو گئے۔ انگریز اہلکار گرفتار کرنے کی ہر چند کوشش کرتے رہے مگر انھیں کامیابی نہ مل سکی۔ مگر آپ کی ہمت و جرأت کا یہ عالم تھا کہ روپوشی کے زمانے میں بھی محلّہ کی مجلس عزا کے بعد ماتم میں شرکت کرنے کیلئے باہر آجاتے تھے۔ جب پولس کو اس کی خبر ہوئے تو ان کی گرفتاری کے لئے ان کے محلّہ دربار کلاں میں پولیس چوکی قائم کی اور چاروں طرف سے سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

امروہہ سے کوچ

پولیس کے اس سخت پہرہ سے بچ نکلنا۔ ایک دشوار امر تھا۔ آپ کے ایک رشتہ دار نے یہ تدبیر اپنائی۔ جس کا ذکر خورشید مصطفےٰ رضوی نے اپنی کتاب ۱۸۵۷ء اٹھارہ سو ستاون میں کیا ہے کہ

''وہ روزانہ اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر رات میں نکلتے تھے اور گھوڑی کو اِدھر اُدھر دوڑاتے پھرتے تھے۔ پولیس نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ روزانہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میری گھوڑی چاندنی سے ڈرتی ہے۔ اس کو عادی بنا رہا ہوں۔ کچھ دنوں بعد پولیس اس عمل کی عادی ہو گئی اور اس طرف توجہ کرنا چھوڑ دی۔ اس کے بعد ایک رات کو سید گلزار علی گھوڑی پر سوار ہو کر نکل گئے۔ پولیس کو خبر بھی نہ ہو سکی اور بریلی کی طرف چلے گئے''۔

سید گلزار علی اور جنرل کا عہدہ

خورشید مصطفےٰ رضوی کے مطابق امروہہ سے کوچ کر کے سید گلزار علی بریلی پہونچے جہاں خان بہادر خاں نے فوج میں جنرل کا عہدہ دیا ۲۳؍جنوری ۱۸۵۸ء کی

ایک سرکاری رپورٹ میں کہا گیاہیکہ سید گلزار علی کی فوج انوپ شہر پر موجود ہے[1] ایس پی چودھری نے مستند حوالوں سے بیان کیا ہے کہ بیلوا اموڑہا، بہرائچ وغیرہ کی جنگوں میں (مارچ/اپریل ۱۸۵۸ء) گلزار علی نے شرکت کی۔

پارلمینٹری کاغذات کا (لندن) کے حوالے سے انھوں نے لکھا ہے کہ ''گورکھپور کی شکست (۵/جنوری ۱۸۵۸ء) کے بعد باغی فوجیں مغرب میں اموڑیا (ضلع بستی) پر دوہری مورچہ بندی کرکے جمع ہوگئیں۔۔۔۔۔اُدھر روکرافٹ پیہم کوشش کرر ہا تھا کہ اموڑیا کی سمت سے گونڈہ کا راستہ بنائے مہدی حسن کے ساتھ گونڈہ، نان پارہ، اترولی اور چرداکے راجگان کے علاوہ گلزار علی امروہہ کا باغی سید وغیرہ نے اپنی فوجیں یکجا کردی تھیں۔

سید گلزار علی کی وفات

سرکاری طور پر صرف یہ اطلاع مراد آباد کے ریکارڈ میں ہے کہ امروہہ کے ایک باغی ظہور علی کی تلاش میں اس کے چند رشتہ داروں کو بھیجا گیا۔ جنھوں نے ۲۸/اکتوبر ۱۸۵۸ءکو یہ بھی بتایا کہ گلزار علی کا انتقال ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سال ۱۸۵۸ء کے کسی مہینے میں آپ کی وفات ہوئی۔ مصطفےٰ علی بریلوی اپنی کتاب ''خان بہادر خاں'' میں تحریر کرتے ہیں کہ گلزار علی لکھیم پور کھیری کے جنگلات میں پوشیدہ رہے اور صوفیانہ وضع اختیار کرلی۔ حکیم سعید اللہ ساکن آنولہ بریلی کے ہمراہ ڈھاک کے جنگلوں میں تھے، موضع کھیلم یا علی گنج (نواح آنولہ) ضلع بریلی میں مدفون ہوئے۔ روپوشی کے وقت آپ کی عمر ۳۴۔۳۵ سال بتائی جاتی ہے۔

[1] FREEDOM STRUGGLE, Vol-5, P. 121

سید شبیر علی خاں
اور ان کا خاندانی پس منظر

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کے مجاہد فخر سادات امروہہ سید شبیر علی خاں صاحب (دربار کلاں) کا تعلق شیعہ اثنا عشری سادات نقویہ میں اولاد حضرت سید حسین شاہ ولایت علیہ الرحمۃ سے تھا۔

آپ کا شجرۂ نسب

سید شبیر علی خاں بن سید نذیر علی خاں ابن سید انوار علی خاں بن سید ارشد علی خاں بن سید باقر علی خاں بن سید رحم علی خاں بن سید عبدالعزیز بن دیوان سید محمود بن سید عبد الماجد بن سید عبدالخالق بن سید شاہ ابوالحسن بن سید محمد میر عدل بن سید منتخب ثانی بن سید بڑے بن سید چاند بن سید منتخب اول بن سید راجے بن سید حسین عبدالعزیز بن سید شاہ شرف الدین شاہ ولایتؒ بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن ابوالمعالی بن ابوالفضل بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن جعفر ثانی بن حضرت امام علی نقی علیہ السلام

ولادت و وفات

آپ کی سن ولادت کے سلسلہ میں دانشوروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے مگر اکثر محققین کا خیال ہے کہ آپ کا سن ولادت ۱۸۲۲ء ہے جو قرین قیاس بھی ہے اور جہاں تک وفات کا سوال ہے تو ۱۸۹۰ء۔۱۸۹۵ء کے درمیان کسی سال آپ کی وفات مقام ریجنگ سراوک میں ہوئی۔ جیسا کہ ریذیڈنٹ سراوک کے خط سے ثابت ہے۔

سید شبیر علی خان کے دادا سید انور علی خاں بن سید ارشد علی خاں: بڑے صاحب اقتدار اور درباری رئیس تھے۔ سسرال سے "خانی" ملی تھی آپکے خسر سید عزت علی خاں بن سید عاشق علی خاں بن سید یوسف علی خاں اول بڑے دولتمند اور موروثی "خان" تھے۔ انکی اولاد میں صرف لڑکیاں تھیں جو اپنے ساتھ ترکہ پدری میں ساری دولت اور خطاب خان لیکر آئیں۔ آپکی شادی مسماۃ فیضن دختر سید عزت علی خاں سے ہوئی جن کے بطن سے چار فرزند متولد ہوئے سید نذیر علی خاں، سید وجیہ الدین، سید نذر علی خاں، سید محمد حسین خاں۔ اور لڑکیاں مسماۃ ناظمہ زوجہ سید امام علی خاں و مسماۃ نصیر دولت زوجہ سید شرف علی کٹکوئی ہوئیں۔

سید شبیر علی خاں کے والد سید نذیر علی خاں: انتہائی بہادر اور دلیر تھے روسائے امروہہ میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے درباری رئیس تھے اور حکام میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی دو شادیاں ہوئیں زوجہ اولیٰ مسماۃ سعادت النساء دختر سید حیدر علی بن سید ارشد علی مذکور تھیں۔ جن سے دو نامور فرزند سید شبیر علی خاں اور حمزہ علی خاں متولد ہوئے۔ اور تین لڑکیاں ہوئیں مسماۃ شبیہ النساء زوجہ سید حسن نذر محلّہ سٹھی کنیز فضہ عرف راہو زوجہ سید مرتضےٰ حسن خاں بن سید وجیہ الدین خاں۔ (ان مسماۃ نے کشک دربار کلاں میں ایک زنانہ عزاخانہ تعمیر کرایا تھا جو آج بھی موجود ہے جسمیں عزاداری امام حسین علیہ السلام ہوتی ہے) اور رفیع النساء زوجہ سید صادق حسین خاں ہوئیں۔ سید شبیر علی خاں نے اکثر خطوط میں اپنی اس بہن کو دعائیں لکھیں ہیں۔

نانا سید حیدر علی بن سید ارشد علی: آپ امروہہ کے نامور افراد میں تھے آپکی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک مسماۃ سکینہ زوجہ سید احمد نذر محلّہ سٹھی سید شبیر علی خاں سراوک سے اپنے خطوط میں آپ کو بھی سلام لکھتے تھے۔ دوسری سعادت النساء زوجہ سید نذیر علی خاں یعنی سید شبیر علی خاں کی والدہ ماجدہ تھیں جو انتہائی نیک اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ شبیر علی خاں کو آپ کی موجودگی میں کالے پانی کی سزا ہوئی تھی۔ ماں کیلئے بیٹے کی جدائی انتہائی صبر آزما تھی اس ماں کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ جس کی ضعیفی کا سہارا انگریزوں کے مظالم سہتا ہوا جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوا۔ شبیر علی خاں اپنی ماں کا بہت احترام کرتے تھے سراوک سے اپنے بھائی حمزہ علی خاں کو خصوصی ہدایت تحریر کرتے تھے کہ مادر گرامی کا خیال رکھنا اور انکی اطاعت کرتے رہنا۔

سید حمزہ علی خاں بن سید نذیر علی خاں: سید شبیر علی خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ بڑے دبدبے اور طنطنے کے رئیس تھے۔ شجاعت اور بہادری ورثہ میں ملی تھی۔ اپنے بڑے بھائی سید شبیر علی خان کی عمر قید کی سزا اور جاگیر ضبط کئے جانے اور اس دور کے آلام و مصائب دیکھنے کے بعد ان پر خاموشی کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ جب آج غدر کے حالات سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیئے جنہوں نے اپنے گھر میں انگریزوں کے مظالم کے دلدوز مناظر دیکھے ہونگے۔ یہی سبب تھا کہ سید حمزہ علی خاں پر کچھ عرصہ تک جنونی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ جسکی بابت سید شبیر علی خاں اپنے خطوط میں دریافت کرتے رہتے تھے آپکی بہادری کے واقعات بہت مشہور ہیں۔

سید حمزہ علی خاں کی دو شادیاں ہوئیں زوجہ اولیٰ تہنیت النساء بنت سید احمد الدین خاں تھیں جن سے ایک دختر زینب خاتون زوجہ سید ثامن حسین بن سید ضامن حسین وکیل ہوئیں۔ دوسری زوجہ سے ایک پسر سید زمرد حسن اور ایک بیٹی امامیہ خاتون زوجہ سید تفضّل حسین شفاعت پوتہ ہوئیں۔ سید زمرد حسن خاں نے بعالم جوانی غیر شادی شدہ انتقال کیا اس طرح سید نذیر علی خاں کا گھر بے چراغ ہوگیا۔

سید شبیر علی خاں نے دو شادیاں کی تھیں ایک امروہہ میں غدر سے پہلے مسماۃ دولت خاتون دختر سید محمد تقی خاں سے جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری سراوک میں سلطان بورنی کے خاندان کی ایک لڑکی سے ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اسی ولادت کے سلسلہ میں پہلے لڑکی پھر ماں کا انتقال ہوا۔ جسکا ذکر سید شبیر علی خاں نے اپنے خطوط میں کیا ہے۔ زوجہ اولیٰ کے والد سید محمد تقی خاں بن امام علی خاں نے بعمر ساٹھ سال ۱۸۷۷ء میں انتقال کیا غدر کے زمانے میں انھوں نے ایک بندوق خریدی تھی۔ جسکی بنا پر مشتبہ ہوگئے تھے اور عبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور جائداد ضبطی کا بھی حکم ہوا بالآخر سخت جد و جہد کے بعد اپیل سے چھوٹے۔ بڑے رئیس وذی وقار انسان تھے۔

انکی دو شادیاں ہوئیں زوجہ اولیٰ دختر سید نذر علی خاں تھیں جن سے ایک دختر خاتون دولت زوجہ سید شبیر علی خاں تھیں۔ دوسری زوجہ سے آفتاب دولت دختر سید شمس علی خاں جن سے ایک بیٹے سید منور حسن خاں اور ایک دختر زوجہ سید گل حسن مرثیہ خواں ہوئیں۔

سید منور حسن خاں بن سید محمد تقی خاں نے بعمر ستر سال ۱۹۲۲ء میں انتقال کیا آپ امروہہ کے مشہور روساء میں تھے۔ اخراجات میں کفایت شعاری اور باقاعدگی کا خیال رکھتے

تھے اور تمام امور رئیسانہ شان سے انجام دیتے تھے قومی معاملات میں بھی بہت دلچسپی لیتے تھے ۱۹۱۱ء میں جب نواب فتح علی خاں لاہور شیعہ کالج کا چندہ کرنے کیلئے امروہہ آئے تو آپ ہی کے مہمان رہے اور بڑی اولوالعزمی سے مہمان نوازی کی۔ کالج کیلئے چندہ بھی بڑی تعداد میں دیا۔ سید شبیر علی خاں کی زوجہ خاتون دولت کا انتقال تقریباً ۱۸۸۰ء میں ہوا اسکے بعد انکے بھائی سید منور حسن خاں نے مہر کے سلسلے میں شبیر علی خاں پر مقدمہ دائر کیا جس کا ذکر سید شبیر علی خاں نے اپنے خطوط میں کیا ہے۔ سید شبیر علی خاں کو اپنے وطن سے انتہائی محبت تھی وہ اس بات کو قطعاً برداشت نہیں کر رہے تھے کہ ہمارے ملک پر انگریزوں کا تسلط ہو اور ہم کو غلامی کی زندگی گزارنا پڑے اس سلسلے میں ان سے جتنا ہو سکا کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم فکر بنالیا جو آپکے حکم کی تعمیل کیلئے حاضر رہتے تھے۔ انکا نظریہ تھا کہ خداوند عالم نے ہمیں آزاد پیدا کیا ہے تو آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔

شبیر علی خاں کی کوشش تھی کہ امروہہ میں اسلامی حکومت قائم ہونی چاہئے اس سلسلے میں انھوں نے دھلی کے معزول شاہ ظفر کو ۲ ر ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ عرضی لکھی جس میں انھوں نے بہادر شاہ ظفر سے امروہہ میں اسلامی حکومت قائم کرنے کی اجازت طلب کی اور انکی مدد اور جاں نثاری کا وعدہ کیا۔ آپکی عرضی کے تعاقب میں امروہہ کے دیگر افراد نے بھی شاہ معزول کو اس بارے میں عرضیاں لکھیں۔

شبیر علی خاں کی عرضی کے جواب میں بہادر شاہ ظفر کی جانب سے جو فرمان شاہی انکے نام جاری کیا گیا تھا وہ دھلی فتح ہونیکے بعد جب انگریزی سرکار کی طرف سے شاہی دفتر کی جانچ کی گئی تو شبیر علی خاں کی عرضی اور شاہی فرمان انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا۔ عرضی

دیکھ کر انگریز حکام چیں بجبیں ہو گئے اور طے کیا کہ ان لوگوں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں گی۔

غرض کہ ۲۲رمئی ۱۸۵۷ء کو مسٹر ولسن مرادآباد کے اسپیشل کمشنر مقرر ہوئے اور انکے حکم سے امروہہ کے بیشمار لوگ گرفتار کیے گئے اور ہزاروں افراد کی فہرست باغیان امروہہ کے نام سے تیار کی گئی بعض کو بغاوت کے الزام میں عمر قید اور پھانسی کی سزائیں دی گئیں۔ سید شبیر علی خاں کو بذریعہ روبکار عدالت مورخہ ۱۸رنومبر ۱۸۵۸ء نوعیت جرم سرغنہ ہونے اور ترغیب دینے بغاوت کے سیشن سپرد کیا گیا (جس حکمنامہ کی نقل آگے ذکر کی جائیگی) اور بعد میں عمر قید اور کالے پانی کی سزا دی گئی۔ غرض کہ آپ کو اپنا ملک چھوڑنا پڑا جسکی آزادی کے لئے وہ جدوجہد کر رہے تھے۔ آپ کو جزیرۂ انڈومان ونکوبار میں سراوک کی سرزمین پر بھیجا گیا تاحیات وہیں رہے اور مقام رنجنگ میں آپکی وفات ۱۸۹۰ء۔۱۸۹۵ء کے درمیان کسی سال میں ہوئی (جیسا کہ ریذیڈنٹ سراوک کے خط سے معلوم ہوا) اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

سید شبیر علی خاں کی آدھی عمر چونکہ جزیرۂ سراوک میں گذری تھی لہذا وہاں کے کچھ واقعات جوان کی زندگی میں اہمیت کے حامل ہیں ان کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں۔ جن کا ذکر انہوں نے اپنے خطوط میں کیا ہے۔ مثلاً ڈایا کا قتل کرنا، رہائی کی کوشش، قلعہ کی ذمہ داری، ماہ محرم، عقد ثانی وغیرہ۔

ان خطوط سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابتدا میں تقریباً پانچ سال ضلع انڈومن کی بندرگاہ بلیر میں بحیثیت کورٹ منشی رہے۔ ۱۱راگست ۱۸۶۵ء کو انہیں اس عہدے سے سبک

دوش کر دیا گیا۔اس کے بعد مقام سیبو بھیج دیا گیا۔ جہاں پندرہ سال قلعہ دار کی حیثیت سے رہے۔ ۱۸۸۰ء میں سیبو سے کناویت کے قلعہ میں تعنات ہوئے۔ یہ حقیقت ہے کہ سید شبیر علی خان ان بہادروں میں سے تھے جنھوں نے نا صرف اپنے وطن ہی میں بہادری کے کارنامے انجام دئے بلکہ دیار غیر میں بھی اپنی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔

ڈایا کا قتل :

سید شبیر علی خان نے سراوک میں اپنی بہادری کا سکہ جما رکھا تھا جب لو صاحب ریزیڈنٹ بازار سے گزر رہے تھے ایک ڈایا جو حکومت کا مجرم تھا اس کو لو صاحب نے مارنا چاہا وہ ڈایا زخمی ہو گیا۔ ڈایا کے ساتھ تقریباً تیس افراد تھے جنھوں نے لو صاحب کو پکڑ لیا اور انکا سر قلم کرنا چاہتے تھے شبیر علی خاں پیچھے پیچھے چل رہے تھے آگے بڑھے اور بغیر اس خوف کے کہ ڈایا کے ساتھ تیس افراد ہیں اس ڈایا کے تلوار ماری جسکے سبب وہ فوت ہو گیا۔

اس کا ذکر شبیر علی خان نے ۱۳؍جون ۱۸۷۸ء کے خط میں اس طرح کیا'' غرض کہ وہ ڈایا میرے ہاتھ سے مارا گیا اور صاحب بھی زخمی ہوا ہاتھ سے ڈایا لوگ کے غرض ایک میں اور ایک ملائی۔ صاحب کے ساتھ رہے میں بہت زخمی ہوا اور ایک برچھی میرے شانے پر لگی ۔۔۔۔۔۔۔۔ زخم میرے اچھے ہو گئے اور صاحب بھی اچھا ہو گیا اطلاعاً لکھا گیا۔ خدا نے آبرو و جان دونوں بچا لیں اور حال عقب سے لکھوں گا۔

لو صاحب کا ممنون ہونا:

لو صاحب ریزیڈنٹ سید شبیر علی خاں کے بہت ممنون تھے کہ انھوں نے اپنی

جان کو خطرہ میں ڈال کر ڈایا لوگوں کے درمیان پہنچ گئے اور لو صاحب پر حملہ کرنے والے کو قتل کر کے انکی جان بچائی لو صاحب نے اسکے عوض ان کی رہائی کیلیئے بہت کوشش کی مگر حکومت شبیر علی خان کے خلاف تھی کہ کسی طرح رہا کرنے پر تیار نہیں ہوئی۔

تفضّل حسین صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں

''اسکی پاداش میں وہ سب برآمد ہو کہ جو راجہ صاحب بہادر اس کارنمایاں سے حضور میں نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند کے سفارش مخلصی کی فرمادیں اور وہ وہاں سے مقبول ہو اسکی تحریک زیر نظر ہے''۔

رہائی کی امید:

ڈایا کو قتل کرنا سید شبیر علی خاں کی جان نثاری کا وہ اہم کارنامہ تھا جس سے سبکو انکی رہائی کی امید تھی جیسا کہ تفضّل حسین صاحب اسی خط کے آخر میں تحریر کرتے ہیں۔

''اس مرتبہ انشاءاللہ امید قوی ہے کہ جناب ممدوح (شبیر علی خاں) ضرور فائز مخلصی کامل ہوں گے کیونکہ یہ مشکل ایسی ہے جو پردۂ غیب سے ظہور میں آئی ہے''

سید شبیر علی خاں قید خانے میں:

آپ ۱۸۵۸ء کے شروع میں قید خانے میں مقید کر دیئے گئے تھے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے اسکے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

''میں ۱۸۵۸ء کے شروع میں زیر حوالات ہوا تھا اور میرا جرم ۱۸۵۷ء کا ہے حاکم مجوزہ نے میرے اوپر رحم نہ فرمایا میں اسی وقت رہائی کا مستحق تھا مگر حاکم نے مجھ پر رحم نہیں کیا۔''

سید شبیر علی خاں لائق رحم نہیں:

شبیر علی خان نے اپنی رہائی کے سلسلے میں راجہ سے درخواست کی راجہ صاحب نے گورنر جنرل سے انکی رہائی کے بارے میں تحریر کیا تو گورنر جنرل نے جواب دیا کہ یہ لوگ لائق رحم نہیں اور میعاد سے تیس برس بعد رحم ہوگا۔ اسکا ذکر ۱۰/مارچ ۱۸۷۶ء خط میں کیا ہے۔ اس حکم سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگریز حکام کی نظر میں دیگر افراد کا جرم قابل معافی تھا مگر شبیر علی خاں کا جرم قابل رحم نہیں تھا۔ جس کا سبب شبیر علی خاں کی انگریز دشمنی تھی اور وہ تحریک تھی جو انہوں نے انگریزوں کے خلاف چلائی تھی۔

کناویت میں قلعہ داری:

کناویت کے راجہ آپکی شجاعت و بہادری سے اتنے متاثر تھے کہ اپنے قلعہ کی حفاظت کی ذمہ داری سید شبیر علی خاں کے سپرد کر دی تھی اور چھ افراد آپکے ماتحت جو پہرے دارے اور پولس کا کام انجام دیتے تھے۔ ڈایا اور مالائی لوگوں کے حالات اور انکے تمام امور شبیر علی خان ہی ریزیڈنٹ صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اسکا اظہار آپ نے ۲۸/مئی ۱۸۸۰ء کے خط میں جو قلعہ کناویۃ سے لکھا ہے اس طرح کیا ہے۔

''میں یہاں مقام کناویۃ میں ہوں اور یہ قلعہ میرے سپرد ہے اور چھ نفر ملائی قلعہ میں نوکر ہیں یہ سب میرے نیچے کام کرتے ہیں یہ لوگ پہرا دیتے ہیں اور نیز مثل پولس کے کام کرتے ہیں اس نگری کا میں نگراں ہوں یعنی تمام ڈایا و ملائی و ملافو کا جو حال ہوتا ہے وہ سب ریزیڈنٹ صاحب کو مجھ سے پہنچتا ہے وہ جس قدر مقدمات یہاں کے ہوتے ہیں وہ سب روبرو ریزیڈنٹ صاحب کے پیش کر دیتا ہوں''۔

اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ راجہ صاحب کے معتمد اور ثقہ افراد میں سے تھے اور ڈایا کے قتل کے بعد آپکی عزت میں اضافہ ہوا تھا۔ اور ریزیڈنٹ صاحب بھی آپکو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

کناویت میں عقد ثانی:

سید شبیر علی خاں کو اپنی زوجہ اولیٰ خاتون دولت سے انتہائی محبت تھی، جب تک وہ حیات رہیں عقد ثانی نہیں کیا۔ ۱۸۸۰ء میں ان کے انتقال کے بعد مجبوراً عقد ثانی کیا چونکہ ایک طویل عرصے سے وہاں زندگی گزار رہے تھے بالآخر تنہا کب تک زندگی گزارتے تنہائی کو دور کرنے کی غرض سے آپ نے کناویہ میں سلطان بورنی کی نسل کے ایک شخص کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اس سے ایک لڑکی متولد ہوئی جو اسی وقت فوت ہوگئی اور اس کے سولہ دن بعد آپکی زوجہ کا بھی انتقال ہوگیا جس کے نتیجہ میں آپ کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا ذکر آپ نے ۲۳/ مارچ ۱۸۸۲ کے مرقومہ خط میں کیا ہے۔

عقیدہ اور محرم کا ذکر:

۲۳/ مارچ ۱۸۸۲ء کے خط میں لکھتے ہیں کہ یہاں کوئی شخص مومنین سے نہیں سب ملائی مذہب شافعی رکھتے ہیں اور مجالس محرم کا نام بھی کوئی نہیں جانتا نماز دست کشادہ پڑھتا ہوں اکثر لوگ مجھ کو حنبلی شمار کرتے ہیں اور اکثر لوگ مجھے جانتے ہیں کہ میرا مذہب شیعہ ہے مگر میرے منھ پر مجھ کو کوئی برا نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں سرکاری آدمی ہوں اور حکام سب مجھکو بنظر حرمت دیکھتے ہیں اس سبب سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نقل عرضداشت

سید شبیر علی خاں خلف سید محمد نذیر علی خاں ساکن محلّہ دربارکلاں

بدرگان قدس آشیاں ملائک پاسبان بارگاہ فلک اشتباہ ظل الہی خلافت پناہ ادام اللہ احکامہ والنصر اعلامہ

بعز عرض می رسانید

عرض داشت ذرہ بے مقدار جان نثار نمک خوار کمتر کمتریناں محمد شبیر علیؔ خان کہ ہموارہ در تمنائے استماع مژدئہ فتح و ظفر رایات نصرت آیات بندگان سکندر شان دارا دربان بودہ مترصد بشارت فتوحات تازہ و تفرجات بے اندازہ می ماند قبل ازیں بعہد عدالت مہد سلطنت شاہی آباء و اجدا داین جاں نثار بمرحمت مناصب جلیلہ و عطاہائے نبیلہ از قبل خطاب و منصب و جاگیرات معزز و سر فراز بودہ مورد اصناف مراحم شاہانہ و گونا گون عطیات و عنایات خسروانہ ماندہ اند چنانچہ ببرکت ہماں عنایت و امداد شاہی ذریعہ اوقات گزاری و وسیلہ سپاسداری است و ہموارہ بہ استدعائے اعلائے رایات ظفر آیات و ارتفای اعلام نصرت انجام موظف و شاغل۔ دریں آوان ممنیت اقران کہ رشحات دولت و اقبال از سحاب افضال حضرت ذوالجلال رسیدہ و باد مراد عنایت خالق العباد بر پرچم اعانت و امداد وزیدہ ناصیہء فدویت بدرگاہ معبودی سائیدم و سجدات شکر گزاری بمحراب ایز دباری بتقدیم رسانیدم تمنائے ایں جاں نثار آں بود کہ بدرگاہ ملائک پناہ ظل اللھی حاضر شدہ بتقریب جان نثاری بہ ادائے سپاسداری کوشم مگر از انجا کہ بالفعل بسبب درھمی و برھمی حکومت کفرہ ظلمہ و اختلال احوال عامہ رعایا و یورش و افساد دھافین بد نہاد و تعدی و تغلب قوم جاٹان بے بنیاد صورت بے سر انجامی اطراف و بے انتظامی این اکناف واقع است از احصال سعادت عتبہ بوسی آستان ملائک پاسبان محرومی دارد معھذا ھنوز بوجہ شورش و یورش مفسداں

اینت طریق کما ینبغی صورت نه بسته اند کے ازیں طرف د غدغه باقی ست چوں اکنوں به اقبال خسروی و امداد شاهنشاهی هر گونه امن و هر نوع رفاهیت و اطمینان بزمرئه جان نثار ان ظل اللهی می مانم فرغ آفتاب عالم تاب سلطنت جهاں بانی بر سر بندگان دائما پرتو افگن باد بالنون والصاد [1]

عرضی

ذرهٔ بے مقدار خاکسار نمک خوار کمترین کمترینان

محمد شبیر علی خاں خلف سید محمد نذیر علی خاں

از سادات امروہہ

مورخہ دوم ماہ ذی الحجہ الحرام ۱۲۷۳ھ

[1] تاریخ امروہہ صفحہ ۶۳

فرمان شاہی بنام سید شبیر علی خاں

ان عرضداشتوں میں سے سید شبیر علی خاں کی عرضداشت کے جواب میں شاہ معزول دہلی بہادر شاہ ظفر کی جانب سے ایک فرمان سید شبیر علی خاں کو وصول ہوا۔

سیاست پناہ شجاعت دستگاہ محمد شبیر علی خاں مورد تفضلات بودہ بدانند عرضی آں سیاست پناہ مشعر بر رسوخ ارادت و خصوصی عقیدت در بارگاہ فلک اکفاء خسروی بہ امید احراز سعادت حضوری و باز ماندن بسبب فتنہء وفساد جاٹاںؔ ناہنجار ضیاء اندوز انظار قدسی گردید و بکلی کیفیت معروضہ بوضوص رسید۔ لہذا زیب ارقام می رود کہ فدوی خاص تا انتظام کلی آنجا قصدا حضار در دولت نہ نماید و ہر گاہ اینست کامل و بندوبست بہ ظہور رسد کاغذ جمع خرچ از تحصیل بعد مجرائے مصارف ضروری حاضر حضور شود دریں صورت مورد الطاف بادشاہی خواہد گردید۔ زیادہ تفضلات شناسند۔ المرقوم ۱۲/ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ۔

اس فرمان شاہی سے متعلق رپورٹیں مندرجہ ذیل عہدداران نے حکام کو ارسال کیں انکی نقول بھی درج ذیل کی جاتی ہیں۔

اولاد سید ظہور حسن عارضی طور پر پھر صاحب زادہ اصغر علی خان مستقلاً (ناظم) مولوی محبّ علی خان عباسی (تحصیلدار) سید یعسوب الدین (تھانہ دار) منشی کریم بخش عباسی (کوٹ گشت یعنی انسپکٹر)

روزنامچہ واقعہ ۲۳/ اگست ۲/ محرم ۱۲۷۳ھ

''خبر نمبر ۸ بموجب دورۂ سید یعسوب الدین تھانیدار اسمی محرر و مددگار اس مضمون

سے پہونچی کہ فرمان شاہی دہلی سے واسطے بندوبست پرگنہ امروہہ بنام سید محمد شبیر علی خاں پسر نذیر علی خاں مرحوم کے صادر ہوا ہے سو برطبق ورود شقہ موصوف کے ارادہ خاں صاحب موصوف کا ہے کہ بندوبست امروہہ کا طرف بادشاہ دہلی سے کریں اور تھانہ و تحصیل سب اپنی تجویز سے مقرر کریں۔ یہ خبر مندرجہ روزنامچہ کی جائے۔ چنانچہ حسب تحریری تھانہ دار کے خبر اطلاعاً درج روزنامچہ کی گئی۔"

عرضی کریم بخش کوٹ گشت

"عرصہ پانچ روز کا ہوا کمترین واسطے گرفتار کرنے مجرمان بمقدمہء غارت گری بخش اللہ خان صوبہ دار اور ڈھونڈھنے خوشحال وغیرہ مدعیان کے موضع ڈکہہ اور مونڈھا وغیرہ دہات کے گیا توکل کے روز مال مدعیان قسم نقدی و پارچہ برآمد کر کے لایا جب امروہہ میں آیا معلوم ہوا کہ ایک شقہ شاہی شاہجہاں آباد سے بنام محمد شبیر علی خاں پسر سید محمد نذیر علی خان برادرزادہ سید محمد حسین خاں کے آیا ہے چنانچہ اس کی نقل ارسال حضور کی جاتی ہے۔ عرضی محررہ ۲۶ راگست ۵۷ء۔" [۱]

عرض داشت

مولوی محبّ علی خاں عباسی تحصیلدار امروہہ

فدوی بہ اتفاق سید موسی رضا کوتوال مرادآباد اور ہمراہیان کے واسطے انتظام سرکاری اندفاع فساد اور شورش جاٹان کے موضع رجب پور میں گیا اور اول انتظام راستہ کا واسطے امینت مسافران کے کر کے بشن سنگھ وغیرہ جاٹان کو طلب کیا چنانچہ وہ حاضر آن کر مطیع

فرمان ہوئے اور مچلکے انتظام راستہ کے لکھدئے اور عند الطلب باقی زندگی اپنے کے کہ بہت قلیل ہے وعدہ پانچ چار روز کا کیا بعد اسکے فدوی بہ طلب پیشکار محال امروہہ میں آیا تو اکثر شہر میں تذکرۂ شقہ ٔ بادشاہی موسومہ ٔ شبیر علی خان اور مطالبہ انکا زر کثیر مہاجنان شہر سے واسطے نگاہداشت سپاہیان کے پایا اگر چہ اس قدر عرصہ میں گونہ صورت انتظام کی ہوتی آتی تھی کہ اس شقہ سے صورت بدنظمی کی ہوگئی۔

ساکنان شہر نے اب تک زر قسط خالصہ داخل نہیں کیا تھا بعض مال گذاران دیہات کا وعدہ ادائے قسط کا تھا اس وجہ سے وہ بھی وصول ممکن نہیں۔ دریں صورت اگر جناب حکیم سعادت علی خاں صاحب بہادر معہ دو ضرب توپ کے یہاں تشریف لاویں تو بخوبی انتظام متصور ہے اور صبح فدوی بہ معیت وکوتوال موصوف انتظام راستہ طرف نوگاواں وغیرہ کے جاوے گا اور وہاں بھی مفسدوں سے مچلکہ لکھوا کر بتاریخ نہم محرم واسطے عرض حال مفصل کے حاضر حضور ہوویگا۔ اطلاعاً عرض ہے۔ معروضہ ۲؍اگست ۱۸۵۷ء [1]

عرضی

فدوی

محمد محبّ علی

تحصیلدار امروہہ

---

[1] تاریخ امروہہ صفحہ ۶۹

سید شبیر علی خاں کی سزا کے متعلق عدالت کا فیصلہ

نقل روبکار عدالت فوج داری

نقل روبکار بہ عدالت فوجداری ضلع مرادآباد بہ اجلاس مسٹر رابرٹ ڈنلاپ مجسٹریٹ تاریخ ۱۸؍نومبر ۱۸۵۸ء نوعیت جرم سرغنہ ہونے اور ترغیب دینے بغاوت۔

سرکار مدّعی

بنام

شبیر علی خاں ساکن امروہہ مدّعا علیہ

واضح ہو کہ ان سب اشخاص کو جو زاید تین ہزار سے ہونگے بہ سبب ہونے ذات سید کے بہت پہلے سے (املاک) معافی وغیرہ بعد وضع محصول سرکاری سابق سلطنت اسلامی سے ملے تھے، جو (املاک) خیرات میں ملے تھے بالکل معاف تھے اور جو خدمت میں ملے تھے اس پر بیس ہزار روپیہ نذرانہ کا لگایا گیا تھا لیکن کل سرکاری جمع جو ان کے حق میں معاف ہوئی ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب ہوگی۔ یہ سب مرحمت معافی وغیرہ جو سلطنت سابق نے کی سرکار انگریزی نے بھی بجنسہ بحال رکھی (لہذا) عذر فسخ معافی کا واسطے عذر بغاوت کے جو بعضا وقات مسلمان باغیوں نے پیش کیا اس کا ان سادات کے مقدمہ سے مطلق تعلق نہیں۔ لیکن) باوجود اس کے (سوائے امروہہ کے) کوئی دوسرا مقام ایسا نہیں جہاں سرکار انگریزی کی نسبت اس قدر زیادہ دشمنی کا اظہار ہوا ہو یا رعایا اس قدر زیادہ رضامندی سے بغاوت کرنے کو مستعد ہوگئی۔ اول غدر میں (باغی) تھانہ اور تحصیل سرکاری پر چڑھ گئے اور تحصیل کو

لوٹ لیا اور ۱۷ ہزار روپیہ لیا اور تھانیدار اور جمعدار کو مار ڈالا۔ پھر کل سید معافی داران امروہہ اکٹھے ہو کر معہ اپنے سرگروہوں سید علی مظفر خاں اور سید محمد حسین خاں ایک مراد آباد آئے اور نواب صاحب نواب یوسف علی خان بہادر کو ایک عرضی اپنے معاملہ میں دی جس میں عبارت بدواسطے سرکار انگریزی کے لکھی تھی جو انہوں نے واپس دے دی۔ پھر دوسری عرضی داخل کی جو مسل میں موجود ہے اور عبارت بدنسبت انگریزان کے اس میں نکالی گئی اور دوسری عرضی میں جو شامل مسل ہے نواب صاحب کو اس طریق پر لکھا ہے کہ نواب صاحب موصوف سرکار انگریزی کی طرف سے گویا منصرم نہ تھے۔ نواب صاحب موصوف کو آزاد اور ہمیشہ کا حاکم سمجھا کہ بعد عملداری نصرانیوں کے گویا نواب صاحب موصوف نئے طریق پر حاکم ہوئے۔ پھر سید شبیر علی خاں اور سید محمد سبحان علی خاں مفرور نے اپنی عرائض پادشاہ دہلی کے پاس بھیجیں جن میں سرکار انگریز کو کافران و ظالماں لکھا ہے اور یہ دو عرائض بھی مع اور چند عرائض ساکنان امروہہ کے بہ تصدیق خیر خواہی بادشاہ کے دفتر سے ملیں جو شامل مسل رکھی گئیں اور بجواب عرضی سید شبیر علی خاں ایک فرمان (شقہ) بادشاہ سے واسطے انتظام کرنے بطور افسر علاقہ کے آیا واضح ہے کہ شبیر علی خاں اور محمد حسین خاں اور شرف علی تینوں افسر (سرگروہ) من جملہ معافی داران کے ملکی بندوبست واسطے اجرائے اس فرمان (شقہ) کے بہ تجویز جمع کرنے روپیہ کے بنیوں اور مہاجنوں سے کرتے تھے کہ سب انتظام اچانک بہ سبب فتح دہلی کے بند ہو گیا۔ جب اشتہار بہ حکم معافی یا عام معافی جرم بغاوت بہ استثنائے جرم افسران ملکہ معظّمہ کے ہاں سے پہنچا تو ہم نے حوالات سے سب کو بہ استثنائے شبیر علی خاں اور محمد حسین خاں اور شرف علی کو چھوڑ دیا اور پھر احکام سرکار بہ نسبت اس اشتہار معافی کے پہنچے جن میں تاکید ہے

کہ جہاں تک ممکن ہو کل مراتب بغاوت کے معاف کئے جاویں تو ہم نے کل مسل پھر دیکھی ہمارے نزدیک باوجودیکہ جرم شرکت اس میں نسبت اجرائے شقہ کے شرف علی اور محمد حسین خاں پر بھی پایا جاتا ہے لیکن انہوں نے اول فرمان (شقہ) طلب نہیں کیا اور نہ کوئی عرضی بادشاہ کو دی اس سبب سے چھوڑانا ان کا مطابق ہدایت اشتہار کے ممکن ہے۔ اس واسطے حکم ہوا کہ محمد حسین خاں اور شرف علی خاں چھوڑ دئے جاویں اور شبیر علی خاں بہ علت افسر رہنے بغاوت کے سپرد محکمہء صاحب سشن جج بہادر مختار باختیار اسپیشل کمشنر کے ہوئے اور فہرست باغیان امروہہ کی جو انگریزی میں ہے وہ بھی شامل اس روبکار کے کی جاوے۔

اس مقدمہ کی سماعت مسٹر ایلگزنڈر اسپیشل کمشنر نے کی اور حسب ذیل روبکار کے ذریعہ سید شبیر علی خاں کو سزائے دائم الحبس بہ عبور دریائے شور و ضبطی جائداد دی گئی۔

سزا کی وجوہات

نقل روبکار عدالت سشن

نقل روبکار عدالت سشن و اسپیشل کمشنر (علاقہ و مقام مرادآباد) بہ جلوس مسٹر ایلگزنڈر شیکسپیئر صاحب بہادر قائم مقام سشن جج و اسپیشل کمشنر واقع ۲۷ر جنوری ۱۸۵۹ء

سرکار مدعی

بنام

شبیر علی خاں سید امروہہ مدعا علیہ

(۱) بتاریخ ساتویں جنوری ۱۸۵۹ء یہ مقدمہ ہمارے سامنے پیش ہوا تھا ہم نے مدعا علیہ کی

نسبت بہ ثبوت جرم ترغیب دینے اور سرغنہ ہونے بلوہ کے دائم الحبس کرنا عبور دریائے شور معہ ضبطی جائداد حسب ہدایت دفعہ ۵ سرکلر گورنمنٹ نمبر ۵۴۲۲ تجویز کر کے چٹھی نمبر ۲ مورخہ ۷/ ماہ رواں استدعائے منظوری کے حسب وجوہات مندرجہ ذیل گورنمنٹ سے کی تھی۔

تصریح وجوہات

دفعہ نمبر ۲: مدعا علیہ منجملہ بڑی جماعت سیدوں کے ہے۔ جو قصبہ امروہہ میں سکونت رکھتے ہیں اور جن کے حق میں منجملہ زر مالگذاری ہر سال قریب ڈیڑھ لاکھ روپے کے بطور عطائے معافی یا نذرانہ کے معاف ہوتا ہے، یہ سب عطیات شاہان سابق دہلی کی طرف سے ان کو مرحمت ہوئے تھے اور سرکار انگریزی نے بدستور سابق ان عطیات کو بحال وقرار رکھا مگر باوجود ایسی مرحمتوں کے امروہہ کے سوائے کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں ایسی زیادہ دشمنی اور زیادہ مستحکم تمرد نسبت عملداری سرکار انگریزی کے ظہور میں آئی ہو جیسی کہ سادات کی جانب سے امروہہ میں ظاہر ہوئی، عذر کے اول ہی مہینہ میں جبکہ ضلع افسران انگریزی کے قبضہ میں تھا امروہہ کی تحصیل وتھانہ پر حملہ ہوا اور سترہ ہزار روپیہ سرکاری باغیوں نے بہ سرداری گلزار علی ایک سید کو لوٹا اور کوتوال و جمعدار پولیس کو قتل کیا، جولائی ۱۸۵۷ء میں ایک بڑی جماعت ان سید معافی داروں کی مرادآباد میں آئی اور نواب رام پور کو جو اس زمانہ میں منصرم ضلع تھے عرضی گذارنے۔ منجملہ ان کی گذارشوں کے ایک یہ تھی کہ نذرانہ جو ان سے لیا جاتا ہے ان کے حق میں معاف کیا جاوے۔ سیدوں کا زور اور نام ایسا تھا کہ نواب

نے ان کی درخواستیں قبول کرنے کو اپنی رضامندی ظاہر کردی۔

دفعہ نمبر ۳: ہر چند اس عرضی میں دو ناموں کی تشریح ہے (یعنی علی مظفر خاں و محمد حسین خاں) مگر یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ قریب دو سو سیدوں کے مراد آباد میں آئے پس اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ مدعا علیہ بھی اس گروہ میں شامل تھا کیوں کہ عرضی مذکور کل سادات امروہہ کی جانب سے گذاری گئی تھی۔

دفعہ ۴: علانیہ کھلی ہوئی بغاوت جو شبیر علی خاں سے سرزد ہوئی یہ تھی کہ اس نے معزول بادشاہ دہلی کو ایک عرضی، جس کی تاریخ تحریر مطابق ہوتی ہے ۲۴/ جولائی ۱۸۵۷ء سے بھیجی، اس میں شورش و فساد کا سبب درہمی و برہمی عملداری (کفر ظلمہ) یعنی عملداری سرکار انگریزی کے لکھا ہوا ہے۔

دفعہ ۵: اس عرضی کے جواب میں ایک شقہ جس کی تاریخ تحریر ۵/ اگست ۱۸۵۷ء سے مطابق ہوتی ہے، بادشاہ معزول دہلی کیطرف سے پہنچا اس کے پہنچنے کا جو اثر علاقہ میں ہوا کیفیت اسکی بالتشریح رپورٹ مرسلہ تحصیلدار امروہہ مورخہ ۲۷/ ماہ مذکور موسومہ نائب والی رام پور متعینہ مراد آباد میں مندرج ہے۔ تحصیل دار اس میں لکھتا ہے کہ بہ سبب پہنچنے شقہ کے شبیر علی خان نے واسطے نگاہداشت فوج کے شاہ دہلی کے لئے مہاجنوں سے زر کثیر طلب کرنا شروع کیا ہے جو تدابیر کے واسطے امن و امان کے پیش ہوئیں اور ان میں سے جن پر قدرے اثر بھی مرتب ہوا وہ شقہ کے آنے سے باطل ہوگئیں اور پھر یہ کہ فوج معہ توپ کے ضرور یہاں آوے۔

دفعہ نمبر ۶: عرضی شبیر علی خاں متذکرہ بالا موسومہ بہ شاہ معزول دہلی کے دفتر میں

دستیاب ہوئی جبکہ فوج انگریزی نے دہلی کو فتح کیا۔ جو کہ مدعا علیہ نے بہ سبب حاصل
ہونے شقہ کے علانیہ مفسدہ میں شرکت کی کہ تحصیلدار امروہہ کی کیفیت سے جو بلا شبہ صحیح
ہے ثابت اور اس میں شرکت بھی قرار واقعی ظاہر ہے کہ مدعا علیہ ترغیب دہندہ اور سرغنہ بلوہ
کا سرکار انگریزی کے مقابلہ میں تھا اور خاص حیثیت مدعا علیہ کی یعنی وہ سرکار کی طرف سے
معافی دار ہے اس کے جرم کو زیادہ سنگین کرتی ہے اس لئے پھانسی سے درگذر کر سب سے
بڑی سزا، جو اس کو دینی چاہیے حسب تشریح بالا تجویز کی گئی۔ [1]

سید شبیر علی خان کے اقربا نے ان کی بے گناہی ثابت کرنے اور قید سے رہائی
دلانے کی تمام ممکن کوششیں کیں، درخواست اور میموریئل حکام بالا دست کو ارسال کئے مگر
افسوس کہ یہ سب کوششیں رائگاں گئیں۔ مسماۃ خاتون دولت زوجہ سید شبیر علی خاں کی
درخواست (بزبان انگریزی) موسومہ ہذا ایکسی لنسی ارل کیننگ بہادر گورنر جنرل و
وائسرائے کی خدمت میں پیش کی گئی مگر کوئی کامیابی نہ مل سکی غرض کہ آپکو جزیرہ سراوک
میں جلاوطن کی زندگی گذارنا پڑی اور خط و کتابت کے ذریعہ اپنے اعزا سے رابطہ رکھا۔

[1] تاریخ امروہہ صفحہ ۷۸

اہل امروہہ کی بہادر شاہ ظفر کو عرضداشتیں

فتح دہلی کے بعد جب شاہی دفتر کے کاغذات کی جانچ پڑتال کی گئی تو اہل امروہہ کی یہ عرضیاں بھی برآمد ہوئیں، ان کے فریسندگان کے نام و پتے دیرینہ کاغذات میں اس طرح ثبت تھے :

(۱) عرضی ذرّۂ بے مقدار خاکسار نمک خوار کمترکمترنیاں محمد شبیر علی خان خلف سید محمد نذیر علی خاں از سادات امروہہ معروضہ، دوم ماہ ذالحجۃ الحرام ۱۲۷۳ھ

(۲) عرضی فدویان شیخ بشارت علی خاں و شیخ مہربان علی خاں و شیخ مظفر علی خاں و شیخ فیاض علی خاں و شیخ اعتماد الدین خاں و شیخ عباس علی خاں و شیخ عشرت علی خاں و شیخ احسن علی خاں و شیخ نصیر الدین خاں و شیخ منصب علی خاں نبیرگان درویش علی خاں پنچہزاری خانہ زاد موروثی سکنان قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد سرکار سنبھل معروضہ ۱۶/شوال ۱۲۷۳ھ

(۳) عرضی مہری ولی داد خان معروضہ ۱۷/شوال ۱۲۷۳ھ

(۴) عرضی فدویان سید گلزار علی و سید ثنا علی و سید محمد حسین و سید محمد و سید فضل حسین و شیخ الٰہی بخش وغیرہم ساکنان امروہہ۔

(۵) عرضی کمترین غلامان عقیدت کیش سید محمد سبحان علی متوطن معافی دار امروہہ، معروضہ ۲۵/ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ

(۶) عرضی بشارت علی خاں نبیرۂ درویش علی خاں معروضہ ۹/ذالحجہ سنہ احد جلوس والا دربارہ یاددہانی عرضی مرسلہ بتاریخ ۱۶/شوال ۱۲۷۳ھ

حریت پسندوں کو عبرت ناک سزائیں

۲۲رمئی ۱۸۵۸ء کو مسٹر ولسن اسپیشل کمشنر ہو کر مراد آباد آئے۔ امروہہ سے بہت سے لوگ گرفتار و محبوس کئے گئے اور صدہا ناموں کی ایک فہرست بہ عنوان ''باغیان امروہہ'' مرتب کی گئی۔

سادات محلّہ دربار کلاں کے بعض افراد کو نیز شیوخ کلاں میں سے درویش علی خاں مرحوم و شیوخ صدیقی میں شیخ محمد افضل بن شیخ رمضان علی کو بلوہ و بغاوت کے سرغنہ ہونے کے جرم میں حبس دوام بہ عبور دریائے شور، ضبطی جائداد اور پھانسی کی سزائیں دی گئیں۔ سید محمد حسین خاں و سید شرف علی کو جو بہ علت جرم بغاوت قید میں تھے رہائی ملی۔ لیکن سید شبیر علی خاں (ساکن دربار کلاں) کو مسٹر رابرٹ ہنری ڈنلاپ مجسٹریٹ نے بذریعہ روبکار عدالت فوجداری مورخہ ۱۸/نومبر ۱۸۵۸ء سپرد محکمہء صاحب سشن جج بہادر و اسپیشل کمشنر کیا۔

امروہہ کے جن مجاہدوں کو پھانسیاں ہوئیں ان سب کا ذکر ناممکن ہے۔ صرف چند نام درج ہیں جو سرکاری رکارڈ سے لئے گئے ہیں۔ محمد بخش، بازار رزاق۔ عزیز اللہ، ہرکشن، فیاض علی خاں، وزیر علی، ہزبر علی، فتح علی، نذیر علی، آغا میر، چراغ علی بن احمد علی (نوگانواں سادات)، سید دلاور علی (نوگانواں سادات)، رام لال، منشی کلکٹر (سابق)، چھنگا، لکشمن داس (جائداد ضبط)، سید ابوالفضل، ظہور علی، رحیم اللہ برادر کریم اللہ، میر عنایت علی، محراب علی عرف جما، نعمت علی گولا باز (۱۹/رجون ۱۸۵۸)، علی بخش، غلام محمد (مقدمہ و پھانسی ۲/رجولائی ۱۸۵۸ء) ،صفدر حسین (۴/راگست ۱۸۵۸ء)، پیر بخش، عظیم اللہ، محمد بخش، کریم بخش، دائم علی وغیرہ کو ستمبر ۱۸۵۸ء تک مختلف تاریخوں میں پھانسی اور ضبطی جائداد کی سزا ہوئی۔

دیگر مجاہدین آزادی

مظفر علی خاں، مہربان علی خاں، عباس علی خاں

ان لوگوں کو پھانسی اور ضبطی جائداد کی سزا ہوئی اور محلہ کالی گاڑی میں ان کے مکانات کو مسمار کردیا گیا۔

بشارت علی

انہوں نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جس کے جرم میں ۱۰ر جولائی ۱۸۵۸ء کو پھانسی دی گئی۔

شیخ محمد افضل

یہ شیخ رمضانی کے فرزند تھے۔ رئیس اور جاگیردار تھے۔ ان کے بیٹے شیخ احسن نے بھی بہادر شاہ ظفر کو عرضی بھیجی تھی۔ تحریک آزادی کے دوران شیخ رمضانی کے مکان پر اکثر میٹنگیں بھی ہوتی تھیں۔ مشہور ہے کہ جب منڈی چوب کے مکانات خالی کرائے گئے تو ایک پالکی میں بٹھا کر شیخ افضل کو مرادآبادی دروازے لے جایا گیا راستے میں ہارٹ فیل ہوگیا اور جاں بحق ہوگئے۔

میر بنیاد علی پیرزادہ

امروہہ کے معزز افراد میں تھے۔ انہوں درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں ۱۷ر مئی ۱۸۵۷ء کو شرکت کی تھی اور بغاوت کے بعد انکا بیان بھی قلم بند ہوا تھا۔

حاجی سید محمود حسین بن سعید اللہ

حاجی وزائر حرمین شریفین تھے۔ دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ دوران غدر امروہہ آئے۔ ان پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور سخت قسم کے باغی شمار کئے گئے۔ جس کی وجہ سے انکی تمام جائداد ضبط کر لی گئی۔ آپ خوشنویس تھے۔ نسخ و نستعلیق خوب لکھتے تھے۔ انکے بیٹے اعتصاد حسین دربارکلاں ہوئے۔

سید محمد تقی خاں بن امام علی خاں ساکن دربارکلاں

آپ سید شبیر علی خاں کے خسر معظم تھے۔ غدر کے زمانے میں آپ پر سخت الزام لگائے گئے۔ آپ نے ایک بندوق خریدی تھی۔ جس کی بنا پر عبور دریائے شور یعنی کالے پانی کی سزا سنائی گئی اور جائداد ضبطی کا بھی حکم ہوا۔ سخت جد و جہد کے بعد اپیل سے چھوٹے۔ بڑے رئیس وذی وقار تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ۶۰ سال میں عمر میں انتقال ہوا۔

سید غلام سجاد بن حسین علی

ساکن دربارکلاں درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں شریک تھے۔ کچھ عرصہ تک بزمرۂ سواروں کے ملازم سرکار رہے۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک تحصیل میں محرر رجسٹری رہے۔ اس کے بعد منصفی امروہہ میں محرر رہے۔ علم حساب ومناظرہ میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۱۰ھ میں ہوا۔

سید یوسف علی خاں بن وجیہ الدین

ساکن محلّہ دربارکلاں سید شبیر علی خاں کے چچازاد بھائی تھے اور بڑے انقلابی انسان تھے۔

درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں نمایاں طور پر شرکت کی۔ رئیس منش، حکام رس شکیل وجمیل صاحب دبدبہ ووجاہت تھے۔ ان کے رعب وہیبت کے قصے اکثر بیان کئے جاتے ہیں۔ کسی کی مجال نا تھی کہ ان کے سامنے دلیری سے بات کرتا۔ حکام سے برابری کی ملاقات رکھتے تھے۔ کلکٹر ضلع بھائی یوسف علی خاں کہکر بات کرتے تھے۔ آپ نے بعمر ۷۰ سال ۱۸۸۶ء میں انتقال کیا۔

سید محمد حسین خاں بن سید وجیہ الدین خاں

ساکن محلّہ دربارکلاں سید شبیر علی خاں کے چچا تھے۔ درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں بڑی سرگرمی کے ساتھ شریک ہوئے۔ بڑے نامور رئیس اور متقی پرہیز گار انسان تھے۔ اکابرو عمائد شہر سمجھے جاتے تھے۔ حکام ضلع بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ نے بھی ایک عرض داشت بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں بھیجی تھے۔ ۱۸/نومبر ۱۸۵۸ء کو ملکہ وکٹوریہ کے معافی داروں میں آپ بھی شامل تھے۔

سید اکبر علی بن سید بنیاد علی

ساکن محلّہ حقانی آپ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ سید گلزار علی کے لشکر میں شامل تھے۔ تھانہ اور تحصیل پر حملہ کرنے میں برابر کے شریک رہے۔ شکست کے بعد روپوش ہو گئے۔

سید رحمت علی وسید محمد حسین پسران سید دائم علی

ساکن محلّہ مجاپوتہ یہ دونوں بھائی میرٹھ میں فوج برطانیہ میں دفعدار تھے۔ نہایت دلیر اور

بہادر تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب فوج انگریزوں کے خلاف بگڑی تو یہ بھی اس میں شریک تھے۔ اور انگریزوں کے خلاف پروپگنڈہ کیا۔ میرٹھ سے امروہہ آکر سید گلزار علی کی فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے اور نواب رامپور کی فوج سے لڑے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد روپوشی کے کوشش کررہے تھے۔ گرفتار ہو گئے اور نتھے خاں کی مسجد کے پاس ایک آم کے درخت میں لٹکا کر پھانسی دی گئی۔ سید محمد حسین درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ سید محمد حسین لاولد تھے اور سید رحمت علی کے تین فرزند ہوئے۔ سید ممتاز حسین، قربان علی، احسن علی۔

سید امداد علی و سید ولایت علی پسران سید کفایت علی

ساکن محلّہ دانشمندان یہ دونوں بھائی بڑے شجاع اور بہادر تھے۔ درگاہ شاہ ولایتؒ میں ۲۳ رمضان ۱۲۷۳ھ۔ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کو جب پہلی میٹنگ ہوئی تو یہ دونوں اس میں شریک تھے۔ یہ دونوں بھائی سید گلزار علی کے ہمراہ فرنگیوں سے لڑنے میں نمایاں رہے۔ ان کے سلسلہ میں صاحب تواریخ واسطیہ صفحہ ۲۶۰ پر رقمطراز ہیں

''یہ بڑے قوی، ہیکل، پہلوان، خوبصورت و قدآور جوان لائق دید اور قابل تعریف تھے۔ چند وقائع ان کی شہزوری و دلاوری کی یادگار ہیں۔ غرض کہ یہ اور ان کے چھوٹے بھائی سید ولایت علی عالم جوانی میں بوجہ اپنی دلیری مزاج سے ایام غدر میں مقام بہیڑی ضلع بریلی میں کام آئے۔ ان دونوں بھائیوں کے کوئی عقب باقی نہیں رہا''۔

امروہہ میں نواب رامپور کی فوج آنے کے بعد بھی یہ لوگ جدوجہد کرتے رہے اور سید گلزار علی

کے ہمراہ لڑتے ہوئے بھیڑی پہنچ گئے اور قتل ہو گئے۔

سید نذر علی بن سید حسن رضا

ساکن محلّہ دانشمندان بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں بڑی آن بان اور شان کے ساتھ شریک ہوئے۔ دو انگریزوں کو قتل کرنے کے سبب آپ پر مقدمۂ بغاوت چلا جس میں تمام جائیداد ضبط اور مکانات منہدم کرنے کا حکم ہوا۔

سید امجد علی و سید اشرف علی فرزندان سید یوسف علی

ساکن محلّہ دانشمندان یہ دونوں بھائی درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں شریک تھے اور انگریزوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

حافظ عباس علی خاں

آپ کے بارے میں صاحب تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۲۱ پر رقمطراز ہیں

''۱۸۵۷ء کے ہنگام غدر میں آپ کی عمر ۲۲ رسال سے زیادہ نہیں تھی۔ الزامات کی وجہ سے آپ کے خاندان کی جاگیرات اور املاک وغیرہ ضبط کی گئیں''۔

اور محلّہ کالی پگڑی کے مکانات مسمار کر دئے گئے۔

سید یاد علی و سید سجاد علی پسران سید داد علی

ساکن محلّہ بگلہ یہ دونوں حضرات درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں شریک تھے اور انہیں گرفتار کیا گیا اور ان کی ضبطی جائداد اور سزائے موت کا حکم ہوا۔ مگر اللہ کے فضل سے محفوظ رہے اور پیروی کنندگان کی حکمت عملی اور خوش تدبیری کارگر ثابت ہوئی۔ جس کے سبب دونوں کو رہائی ملی۔ یہ دونوں حضرات بہترین خطاط بڑے خوش قلم اور شیریں رقم تھے۔

سید شرف علی بن مدد علی بن دوست علی

ساکن محلّہ کٹکوئی آپ درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں شریک تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو قید با مشقت کی سزا ہوئی۔ انتہائی قابل اور لائق و فائق انسان تھے۔ فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ مناظرہ میں بھی ملکہ تھا۔ مرثیہ خوانی خوب کرتے تھے۔ پہلے کٹکوئی میں رہتے تھے مگر بعد میں مسماۃ بصرہ بیگم زوجہ سید فیض علی سے محل سرا اور دیوان خانہ خرید کر دربار کلاں میں رہنے لگے تھے۔

سید فرحت علی بن مدد علی بن دوست علی

آپ بھی درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں شریک ہوئے اور سزا کے مستحق قرار دئے گئے بموجب پروانہ ۶ ستمبر ۱۸۳۰ء بعہدہ وکالت اسپیشل کمیشن مقرر ہوئے۔ آپ انتہائی شگفتہ بیان اور حاضر جواب تھے۔ مرثیہ خوانی میں شہر کے اکثر لوگ آپ کے شاگرد تھے۔ دربار کلاں اور کٹکوئی پر جو طرز مرثیہ خوانی کی رائج ہے۔ وہ آپ ہی کی ایجاد کردہ ہے۔

۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پانباڑی پر جامع مسجد کے قریب جو فوج داری ہوئی تھی اس میں آپ کی بہادری کے نتیجہ میں سادات کرام کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

مولوی سید تراب علی بن سید حفیظ اللہ

ساکن دربار کلاں درگاہ شاہ ولایتؒ کے جلسہ میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ شریک ہوئے۔ بڑے عالم و فاضل تھے۔ عملیات سے بھی دلچسپی اور واقفیت رکھتے تھے۔

''بجرم ملازمت خان بہادر خاں باغی کے روپوش تھا''۔

معصوم علی ولد مردان علی، سید، معافیدار۔

''بجرم غارت گری تھانہ وتحصیل بہمراہی سید گلزار علی ومہربان علی مشہور باغیان کے روپوش تھا''

خدابخش ولد پیر بخش، جولاہہ۔

''بجرم نوکری ولی داد خاں باغی مالاگڑھ کے روپوش تھا''۔

سبحان علی ولد امداد علی، سید، معافیدار۔

''بجرم بغاوت روپوش تھا، حاضر ہوا'' ۳۱ر دسمبر ۱۸۵۸ء۔

محمد حسین ولد محمد افضل، شیخ، معافیدار۔

یکم جنوری ۱۸۵۹ء کو تھانہ امروہہ میں حاضر ہو کر بیان دیا۔

محمد ویس خاں ناظر ولد عنایت خاں، بڑا بازار۔

وہ افراد جن کا ذکر سید شبیر علی خاں نے خطوط میں کیا

سید احمد نذر ابن سید جعفر نذر ساکن محلّہ سٹھی: سید شبیر علی خان کے خالو تھے جنہیں آپ خطوط میں سلام لکھتے تھے۔

خالہ صاحبہ سکینہ خاتون: یہ زوجہ تھیں سید احمد نذر صاحب کی جو دختر تھیں سید حیدر علی ابن سید ارشد علی دربارکلاں کی آپ کے دو بیٹے باقر نذر اور حسن نذر متولد ہوئے۔

خالہ زاد بھائی سید باقر نذر بن سید احمد نذر سٹھی: انکا انتقال والدین کی حیات ہی میں ہوگیا تھا۔ انکی شادی کنیز کلثوم دختر سید صفدر نذر ابن علی نذر سٹھی سے ہوئی تھی۔ جن سے دو بیٹے متولد ہوئے۔ صادق نذر اور کاظم نذر اور ایک بیٹی عذرا۔

بہنوئی سید حسن نذر بن احمد نذر محلّہ سٹھی: انکی دو شادیاں ہوئیں تھیں زوجہ اولیٰ شبیہ النساء دختر سید نذیر علی خاں یعنی خواہر سید شبیر علی خاں ان سے دو لڑکے ہوئے۔ قاسم نذر اور شبر نذر۔ شبر نذر کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔

والدہ محترمہ: سعادت النساء بنت سید حیدر علی بن سید ارشد علی دربارکلاں۔

خواہران: ۱۔ شبیہ النساء عرف شبیہاً زوجہ سید حسن نذر محلّہ سٹھی۔ ۲۔ کنیز فضہ عرف راہو زوجہ سید مرتضےٰ حسن خاں بن وجیہہ الدین خاں۔ ان مسماۃ کا تعمیر کردہ عزاخانہ آج بھی کشک محلّہ دربارکلاں میں موجود ہے جہاں محرم میں عزاداری اور مجالس منعقد ہوتی ہیں۔

۳۔ رفیع النساء زوجہ سید صادق حسین خاں۔

چچازاد بھائی سید احمد الدین خاں بن وجیہہ الدین خاں: بڑے عالم وفاضل تھے درسیات نظامی سے فارغ التحصیل تھے باعزت ووقار ودولت مندوں میں شمار کیئے جاتے تھے۔ میونسپلٹی کے ممبر بھی تھے انکے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ سید مجتبےٰ حسن خاں، صادق حسن خاں اور سبط حسن خان اور ایک بیٹی تہنیت النساء تھی جن کی شادی سید شبیر علی خاں کے چھوٹے بھائی سید حمزہ علی خاں سے ہوئی تھی۔

چچازاد بھائی: سید یوسف علی خاں، احمد الدین خاں، سراج الدین خاں، مرتضےٰ حسین خاں

چچازاد بہنیں: پانچ تھیں امیر دولت زوجہ سید ابوالحسن ولد سید گل حسن دربارکلاں مسماۃ کبریٰ زوجہ سید ابوالحسن مذکورہ امیر دولت کے انتقال کے بعد ان سے عقد کیا تھا۔ فضل النساء زوجہ سید غلام محسن دربارکلاں، عمدۃ النساء زوجہ سید فدا علی خاں، نفیس النساء زوجہ سید امیر حسن (کشک)

خالہ زاد بہنیں: مسیح النساء دختر حسن نذر زوجہ سید سبط حسن خاں دربارکلاں، وصی النساء زوجہ سید منیر حسن بن محمد احسن منڈی چوب

بھانجہ: سید قاسم نذر ابن سید حسن نذر محلہ سٹھی

سید منور حسن خان: زوجہ کے بھائی

سید شبیر علی خاں

کے

خطوط

نقل کردہ:

جناب مولانا سید بشیر حسن صاحب اعلی اللہ مقامہ

مرتبہ:

مولانا ڈاکٹر سید شہوار حسین صاحب

خط ۱

''روپئوں کا پہنچنا، راجہ صاحب کا لندن جانا، سید نواب علی خاں کا انتقال، ان کے ساتھ عام قیدیوں جیسا برتاؤ ہوتا تھا۔''

اخوی صاحب قبلہ وکعبہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے ۔۔۔۔۔ ایک خط مع سہ قطعہ نوٹ وتعدادی ۔۔۔۔۔ کے آیا تھا۔ نوٹ مجھکو وصول ہوئے اور میں نے اسی وقت جواب یعنی رسید روانہ کردی ہے۔ یقین ہے کہ پہنچا ہوگا۔ اب خط رجسٹری شدہ مع سہ قطعہ نصفی نوٹ میرے پاس پہنچا۔ میں نے جواب روانہ کر دیا۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ مارچ ۔۔۔۔۔۔ وغیرہ سے پولندہ کرکر روانہ کرے گئے۔ ابھی تک میرے پاس نہیں آئے وقت وصولی کے جواب لکھوں گا اور یہاں کا کوئی حال تازہ نہیں جو لکھوں راجہ صاحب بہادر مقام ولایت کو واسطے ایک سال کے تشریف لے گئے اور ابھی تک جواب راجہ صاحب بہادر کا پیشگاہ جناب گورنر جنرل صاحب بہادر سے نہیں آیا۔ ہر روز انتظار رہتا ہے۔ حمزہ علی کو بعد دعائے دیدہ بوسی مضمون خط واحد ہے۔ عقب تحریر علیحدہ کرونگا اور جناب والدہ صاحبہ، خالہ صاحبہ و نانی صاحبہ و جناب خالو صاحب قبلہ وغیرہ کو سلام۔ رفیعہ وغیرہ کو دعا اور معاملات کی کیفیت سے اطلاع کیجئے اور ماہِ شعبان میں مجھے سید نواب علی خاں سادات باسو نے انتقال کیا۔ جس کسی ساداتِ باسو سے ملاقات ہووے ان کو بحوالۂ تحریر میری کہ اطلاع دے دینا کہ سید صاحب نے انتقال کیا۔ میر نواب علی خاں کے بھائی ہیں۔ سید ثابت علی خاں انکو دریافت فرما کر تحریر کر دینا کہ تمہارے بھائی نے انتقال کیا۔ سید صاحب مرحوم زیادہ دو سال سے ہوا کہ مجنون ہو گئے تھے۔ اور مقامِ سراوک میں ہی از جانب سرکار ۔۔۔۔۔ انکو ملتا تھا۔ یعنی زمرۂ قیدیوں

میں ہی بند رہتے تھے۔ جیل میں ہمراہ قیدیوں کے ہی کھانا ملتا تھا۔ اب انہوں نے انتقال کیا۔
اب سراوک سے جو لوگ یہاں آئے انہوں نے مجھ کو خبر دی میں تم کو لکھتا ہوں کہ تم اطلاع دے
دو۔ یہ میر نواب علی خاں پسر میر بشارت علی خاں ہیں اور نوکر تھے پاس نواب علی بہادر صاحب
باندہ کے اور قتل کا ۔۔۔۔۔ صاحب بین دوام حبس تھے اور نواسے ہیں سید میر نور علی خاں
صاحب ۔۔۔۔۔ ان کے یہاں جیسے ہو ویسے اطلاع دے دینا ۔۔۔۔۔ اور کوئی دوا اثر پذیر
نہیں ہوئی۔ دیکھئے کیا انجام ہوگا۔

سید شبیر علی خاں

از سیبو

یکم ماہِ دسمبر ۱۸۷۳ء

خط ۲

یہ خط بھی بوسیدہ اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا ہے کار آمد چیزیں نقل ہوئیں

اخوی صاحب سید باقر نذر صاحب و سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

یہاں خیریت اور خط نہ بھیجنے کی شکایت ہے۔ آگے سمجھ میں نہ آیا پھر لکھتے ہیں سید نور خاں صاحب یہاں سے چند ماہ کی رخصت لیکر اپنے مکان کو گئے ہیں۔ یہ خط ملفوف ان کے خط میں بھیجتا ہوں اس واسطے کہ وہ ہمراہ اپنے خط کے آپکے پاس یہ خط روانہ کریں گے اور جو چیز آپکو میرے پاس بھیجنی ہوگی وہ آپ ان کے پاس بذریعہ خط بھیج دیجئے۔ وہ وقت آنے کے ہمراہ اپنے لیتے آوینگے اور کسی شے کی مجھ کو ضرورت نہیں۔

منکہ و نگینہ چند عدد خورد و چند عدد کلاں پاس سید نور حسن صاحب کے بھیج دیجئے۔

فقط

۲۹ محرم سنہ ۱۲۹۱ھ دسمبر سنہ ۱۸۷۴ء

خط ۳

سید فیاض رسول کا رہائی کی کوشش کرنا، گورنر جنرل کا حکم کہ یہ لوگ قابلِ رحم نہیں ہیں۔

۱۰/ مارچ ۱۸۷۶ء

از مقام سیبو متعلقہ سراوک

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب وسید باقر نذر صاحب دام عنایتکم

پس از عرض تسلیم وآرزوئے ملاقات واضح رائے شریف ہو کہ بہت عرصہ سے آپکا کوئی عنایت نامہ نہیں آیا ایک خط حمزہ علی خاں کا آیا تھا اسمیں انہوں نے لکھا تھا کہ سید فیاض رسول پسر سید احمد حسن حکیم واسطے تحصیلِ علم کے ولایت گئے ہیں۔ ولایت سے سید صاحب موصوف نے لکھا کہ میں مقدمہ شبیر علی خاں میں کوشش کرتا ہوں ان کے مقدمے کے حال سے اطلاع دو۔ اس پر آپنے کاغذات ان کے پاس بھیج دیئے ہیں۔ آپنے اس حال کی اطلاع مجھ کو نہیں کری۔ لازم کہ اس حال سے اطلاع فرمایئے۔ یعنی پھر ان کا کوئی خط آیا ولایت سے اور کیا کوشش کری انہوں نے۔

اور میرا حال یہ ہے کہ جب راجہ صاحب بہادر ولایت سے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا در بارہ رہائی اس پر راجہ صاحب بہادر نے ایک چٹھی مع عرضی میری کہ روانہ فرمائی بحضور گورنر جنرل بہادر کے وہاں سے حکم آیا کہ یہ لوگ لائق رحم نہیں اور میعاد سے تیس برس بعد رحم ہوگا۔ اور ایک عرضی میری اہلِ خانہ کی طرف سے ہمراہ اپنی چٹھی بھیجی اس میں لکھا تھا کہ تین برس رحم کا وعدہ کیا تھا گورنر صاحب نے۔ تو گورنر صاحب نے لکھا کہ ہم نے تم سے وعدہ تین سال کا

نہیں کیا یہ خلاف ہے۔ اگر شبیر علی خاں چاہیں تو ان کی زوجہ کو وہاں بھیج دیں حسبِ رضامندی
راجہ صاحب سراوک کے تو دیکھو تقدیر ایسے ایسے تماشے دکھاتی ہے۔ وہاں سے عرضی اہلِ خانہ کی
طرف سے ارسال کری اور مجھ کو اطلاع نہ دی۔ خیر اب جب تک یہ گورنر صاحب تشریف رکھیں
گے جب تک امید اس کی نہیں کہ راجہ صاحب بہادر اور چٹھی ارسال فرمادیں جبکہ جناب گورنر
صاحب ولایت تشریف لے جائیں گے اور گورنر صاحب دوسرے تشریف لائیں گے اس وقت
میں موقع عرضِ معروض کا ہوگا اور راجہ صاحب مہربانی ضرور کریں گے۔ اب دیکھو کوشش سید
فیاض رسول صاحب کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور جو یہاں سے فکر دوسری کری جاویگی اس سے اطلاع
دونگا مگر آپ پہلے فیاض رسول سے اطلاع فرمائیے کہ کیا پیروی کری اور کیا انجام ہوا اور اگر لکھو تو
نقل سارٹیفکٹ کی کہ جو میرے پاس بھیج دو وہ سرٹیفکٹ پاس سید فیاض رسول کے بھیج دیں اور
اہلِ خانہ کے حال سے مفصل اطلاع دیں۔ باقی سب کو سلام

اور یہ تحریر جو گورنر صاحب کی آئی اور تیس برس کی معیاد مقرر کری یہ کچھ لائق اعتبار کے
نہیں انشاءاللہ تعالیٰ کوئی صورت بہتری کی جلدی نکلے گی اور حال عقب سے لکھوں گا

فقط

شبیر علی خاں

از مقام سیبو متعلقہ سراوک

۱۰/ مارچ ۱۸۷۶ء

خط ۴

جون ۱۸۷۶ء از سراوک

اس خط میں لکھا ہے کہ یہاں تجارت خوب ہوسکتی ہے اور راجہ کے یہاں نوکری بھی مل سکتی ہے لوگوں کو بھیج دیجئے۔

یہ خط نہایت بوسیدہ ہے جہاں جہاں سے سمجھ میں آئیگا لکھا جائیگا۔

اخوی صاحب قبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

عرصۂ دراز سے آپنے کوئی عنایت نامہ ارسال نہیں فرمایا۔ حمزہ علی خاں نے تین قطعہ خط بھیجے اس سے خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ حمزہ علیخاں نے ایک خط میں لکھا تھا کہ سید فیاض رسول مقام ولایت میں ہیں وہاں سے انہوں نے لکھا تھا کہ کاغذات مقدمہ شبیر علی خاں کے بھیج دو۔ تو حکیم احمد حسن صاحب نے وہ کاغذات ان کو دیئے تھے ارسال فرمائے۔ اسکے بعد حمزہ علی خاں کے دو خط آئے ان میں کچھ حال نہ لکھا لازم کہ حالِ مذکورہ بالا سے مطلع فرمایئے کہ سید صاحب نے کیا ولایت میں پیروی میرے مقدمہ کی کری اور کیا نتیجہ اس کا نکلا۔ اور حال یہاں کا سابق میں بذریعہ عریضہ رجسٹری کر چکا ہوں۔ معلوم ہوا ہوگا۔ تھوڑا اس میں سے مندرج کرتا ہوں کہ راجہ صاحب ولایت سے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضور نے چٹھی سابق میں ہمارے باب میں روانہ فرمائی تھی۔ اس کا کیا جواب آیا تو راجہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی جواب میری چٹھی کا کلکتہ سے نہیں آیا مگر ایک چٹھی اور روانہ کرتا ہوں میں نے عرض کیا۔۔۔۔ چنانچہ چٹھی راجہ صاحب نے روانہ فرمائی اس پر جواب آیا پیشگاہ گورنر جنرل بہادر سے کہ ہم سابق میں لکھ چکے ہیں کہ یہ لوگ نہ چھوڑے جائیں گے اب پھر تم ان کے واسطے لکھتے ہو۔ بعد گزرنے

معیاد کے ان پر رحم ہوگا اور ایک عرضی ہمراہ اس چٹھی گورنر جنرل صاحب کی طرف سے اہلِ خانہ کی نتھی تھی۔اور عرضی کے جواب میں گورنر جنرل لکھتے ہیں کہ اگر شبیر علی خاں کو منظور ہو تو سرکار اہلِ خانہ ان کی کو انکے پاس بھیج دے تو مجھ سے ریزیڈینٹ صاحب بہادر نے استفسار فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو تو اس کے جواب میں، میں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں کی عادت نہیں جو عورات باہر جائیں۔لہٰذا مجبور ہوں نہیں بلا سکتا۔۔۔۔۔۔اب کے راجہ صاحب بہادر نے سید نور خاں صاحب کے یہاں نوکر ہیں ساکن جلال آباد حکم دیا۔۔۔۔اپنے مکان کو روانہ ہوئے اور میرے اور ان کے بہت دوستی ہے۔ان کو یہ خط میں نے دیا ہے وہ آپ کے پاس بغرض ملاقات کے آوینگے۔۔۔۔سب طرح سے ان کی خاطر کرنا اور کھانا اچھی طرح پر کھلانا ان کا آنا وہاں پر میری دوستی اور ان کو خرچ ریل کا دینا اور آپکو یاد ہوگا میں نے آپکو لکھا تھا کہ چند آدمی یہاں کو روانہ کر دو کہ راجہ صاحب کو بہت خواہش ہے چنانچہ سید نور خاں صاحب کو بھی روانہ کیا۔ یہ لوگ یہاں لاوینگے اور پہلے اپنے دو بھائی یہاں لاکر نوکر کرائے اور چھ نفر پہلے لائے تھے اور اب کے ستّر نفر لاوینگے اگر آپ بھی چند نفر میرے پاس روانہ کر دیں تو کسقدر اچھا ہو۔انکے ہونے سے میرے واسطے تقویت ہوگی ہر طرح کی اور یہاں شیعہ مذہب کا کوئی آدمی نہیں ایک میں ہوں موت حیات کا حال کون جانتا ہے اگر خدانہ خواستہ حال دگرگوں ہوا تو دفن تو اچھی طرح پر کر دیں گے اور زندگی میں معین و مددگار ہر طرح پر رہیں گے۔اور راجہ صاحب بہادر مجھ سے خوش ہونگے۔آپنے اس کو قلم انداز کیا جواب تک نہیں لکھا۔ برائے خدا غور فکر کر کر کچھ لوگ روانہ کردو یہ جگہ بُری نہیں ہے تنخواہ شش رنگی ہے۔ایک رنگی (دو روپۓ چار آنہ) تو سب (تیرہ روپیہ آٹھ آنہ) ماہوار ہوگا۔ جو لوگ یہاں آوینگے چند روز میں آسائش کامل ان کو معلوم ہوگی اور یہاں نوکری مثل

سپاہیاں وہاں کے نہیں ہے کہ وہاں سب۔۔۔۔۔ سے نوکری کرنی ہوتی ہے اور یہاں نہ ایسا قانون ہے اور نہ زیادہ کام اگر زیادہ کام ہوتا تو میں نوکری نہ کرسکتا تھا سید نور خاں صاحب سے حال زبانی معلوم ہوگا۔ عرصہ ہوا جو بیس آدمی لائے۔ سید نور خاں اب لوگوں کے پاس فی نفر دو صد روپئے ہے اور لوگوں نے اور اپنے بھائی برادر طلب کرے ہیں تو ضرور خود اور میں بعض اشخاص کے لکھتا ہوں میری جانب سے کہو۔۔۔۔ بلا تامّل چلے آؤ اور یہ وقت بہت اچھا ہے راجہ صاحب بعد پہونچنے۔۔۔۔۔۔ دینگے یعنی خرچ جہاز وریل ضرور ملے گا۔ اس میں کسی طرح کا فرق نہ ہوگا۔ تفصیل اشخاص سید محمد صاحب پسر رمضان علی سید فرحت علی پسر سید امان علی سید علمدار علی پسران سید فضل حسین صاحب اس محلے سے یا محلّہ دربارکلاں سے یا شہر میں سے ضرور ضرور بھیج دو اور آپنے لکھا تھا کہ میں ملاقات چاہتا ہوں اب اگر آپ کو فرصت ہو اور کوئی امر مانع نہ ہو تو ضرور آپ آویں کہ یہ وقت بہت اچھا ہے۔ سید نور خاں آوینگے ان کو راہ کا حال بخوبی معلوم ہے۔ آپ اور اشخاص مذکورہ بالا سب بخوبی آسکتے ہیں وہاں چلتے وقت اظہار نہ کیجئے کہ یہ لوگ واسطے روزگار کے جاتے ہیں۔ واسطے سوداگری کے جاتے ہیں اور واقعاً یہاں کوئی آنکر سوداگری کرے تو از حد نفع ہوگا تو آپ ضرور مع دس نفر کے چلے آیئے، ملاقات ہو جائیگی اور جب کہ آپ کلکتہ پہنچیں تو جسقدر ممکن ہو۔۔۔ خرید کر لے آویں کہ نفع ہوگا اگر کچھ نہیں تو خرچِ راہ وہاں کا نکل آویگا اور جو اشخاص مذکورہ آویں اور خرچِ راہ ان کے پاس نہ ہو اور آپ سے ممکن ہو تو اپنے پاس سے خرچ دیکر لاویں۔ یہاں راجہ صاحب بہادر فوراً دے دیں گے۔

اور جو آپ آویں تو اشیائے ذیل ساتھ لاویں بہت فائدہ ہوگا۔ میوہ جات سب قسم کا جس قدر لاسکیں جوتا انگریزی کم خاب واطلس (ریشمی کپڑوں کے نام) احمد حسن صاحب سے

بنام سید فیاض رسول اور روانہ کرادیجئے اور ایک عرضی بھیجئے اور اس میں لکھئے کہ چٹھی گورنر صاحب بہادر۔۔۔۔راجہ صاحب بہادر لے گئے تھے اسکا مضمون یہ تھا کہ تین نفر سید علی خاں و تفضّل حسین وٹھاکر۔۔۔لائق ترحم کے تھے چونکہ مقدمہ ان کا ۱۸۵۹ء میں فیصل ہوا لہٰذا یہ رحم شاہی سے محروم رہے اور تاریخ اس چٹھی کی آپکے پاس ہے کہ نقل اس چٹھی کی پہلے آپ کے پاس بھیج دی تھی تو میں ۱۸۵۸ء کے شروع میں زیرِ حوالات ہوا تھا اور جرم میرے ۱۸۵۷ء کا ہے۔ حاکم مجوز نے میرے اوپر رحم نہ فرمایا۔ میں اسی وقت لائق رہائی کے تھا۔ مگر حاکم نے رحم نہ فرمایا اگر میرا جرم ۱۸۵۹ء کا تھا تو رحم سے محروم ہوسکتا تھا اول ۱۸۵۸ء میں حاضر ہوا سرکار رحم شاہی مجھکو محروم نہ رکھے (آگے سمجھ میں نہ آسکا کیونکہ خط بوسیدہ ہے)۔

فقط

سید شبیر علی خاں

از سراوک جون ۱۸۷۶ء

خط ۵

نقل چٹھی انسپکٹر مرادآباد بنام پوسٹ ماسٹر امروہہ

شرافت پناہ ڈپٹی پوسٹ ماسٹر امروہہ خیریت سے رہو

چاہئے کہ یہ لفافہ محمولہ چٹھی و دو لفافہ خالی حوالہ سید حسن نذر محلّہ سٹھی کر دو اور ان کو اطلاع دے دو کہ سراوک کو رجسٹری چٹھیات نہیں جاتی ہیں کیونکہ سراوک میں ڈاکخانہ انگریزی نہیں ہے صرف بیرنگ و پیڈ چٹھیاں آتی جاتی ہیں بموجب قاعدے کے اُن پر محصول زیادہ کیا جاتا ہے۔ نیز تم بھی اس حکم سے مطلع رہو۔ فقط

۱۴ر جولائی ۱۸۷۶ء

خط ۶

۱۲؍جنوری ۱۸۷۷ء

اہلِ خانہ کی جانب سے جشنِ شاہی کے موقع پر رہائی کی کوشش

برادرِعزیز القدرعزیز از جاں بلکہ بہتر از جان سید شبیر علی خاں سلّمہٗ اللہ السبحان واصلہ

بالعزیزان

بعد ہزار دعائے صحت وسلامتی وزیادعمر ومخلصی کے شوق دیدار اسقدر ہے کہ اس کو بیان یا تحریر نہیں کرسکتا ہوں۔ خداوند عالم تم کو جلد صحیح وسالم یہاں لاکر ہم سب سے ملائے۔ اور صورت سراپا بہجت تمہاری شتاب دکھادے۔ اے جانِ برادر دو ماہ سے سُنا تھا کہ دربار لاٹ صاحب کا بمقام دہلی ہوگا کہ سب اطراف کے نواب وراجہ ودیگر رؤسائے ہندوستان طلب ہوئے ہیں۔ بعد ازآں رفتہ رفتہ یہ معلوم ہوا کہ جناب ملکہ معظّمہ کے کوئی شہزادے یہاں آوینگے اور بہت خوشی ہوگی۔ یہ سمجھا گیا کہ سالِ گذشتہ میں ایک شہزادہ صاحب تشریف لائے تھے شاید دوسرے شہزادے آئینگے۔ اب قریب ایک ماہ کا ہوا کہ معلوم ہوا کہ نواب گورنر جنرل بہادر بمقام دہلی تشریف لاکر دربار عام وجشنِ تمام شہنشاہی جناب ملکہ معظّمہ کا شروع ماہ جنوری میں کریں گے اور اغلب ہے کہ کسی قدر قیدیاں کو رہائی بخشیں گے۔ یہ سُن کر ہم نے ایک عرضی واسطے رہائی تمہاری کہ بحضور لاٹ صاحب روانہ کری اور ایک خط بنام تمہارے روانہ کیا کہ تم بھی عرضی اپنی روانہ کرداور وہاں کے صاحب سے چٹھی درباب سفارش اپنے کے بھجواؤ۔ بعدہٗ وہ عرضی بلا کسی حکم کے واپس آئی اور ہفتم دسمبر ۱۸۷۶ء کو محکمہ لفٹنٹ صاحب بہادر سے بذریعہ کار برقی کے محکمہ صاحب سیشن جج بہادر مراد آباد میں یہ حکم آیا کہ مسل مقدمہ سید شبیر علی خاں ساکن امروہہ کے اور

ایک مسل مقدمہٗ خدا بخش ساکن ضلع بجنور کے فوراً روانہ کر دو۔ چنانچہ دفتر میں جو دیکھا گیا تو پتہ اور نشان تمہاری مسل کا مطابق حکم کے نکلا۔ وہ مسل تمہاری اسی تاریخ ہفتم دسمبر ۱۸۷۶ء کو روانہ محکمہ لیفٹنٹی کو کی گئی اور پتہ اور نشان مسل مقدمہٗ خدا بخش کا نہ پایا گیا۔ اسکی مسل نہ گئی مگر لکھا گیا کہ اس مثل کا پتہ مطابق نہیں ہے

ہم نے جو پوچھا کہ تلبیہ مسل مقدمہ سے کیا مطلب ہے تو دریافت ہو کہ اس جشن میں جو قیدی رہائی پاویں گے وہ تجویز ہوئے۔ یہ مسل ضرور واسطے رہائی کے طلب ہوتی ہے۔

بعدہٗ وہ خط جو بنام تمہارے ماہِ نومبر میں روانہ کیا اخیر ماہِ دسمبر میں وہ کسی مقام سے واپس آیا۔ نہیں معلوم کہ وہ خط پاس تمہارے کیوں نہ پہنچا۔ اس پر پتہ سیبو اور سراوک کا تحریر تھا۔

بعد ازآں یکم جنوری ۱۸۷۷ء جناب نواب گورنر جنرل بمقام دہلی تشریف لائے اور تمام ہندوستان کے نواب و راجہ و امیران رئیسان والیان ملک وغیرہ اور سب حکام وہاں موجود تھے اور لاکھوں آدمی تھا اور سب شہروں کے واسطے حکم تھا کہ وقت بارہ گھنٹے بجے دن کے بتاریخ یکم جنوری ۱۸۷۷ء سب جیل خانوں میں سے بحساب فیصدی دس قیدی چھوڑے جائیں اور جزیروں میں سے قیدیان دائمی چھوڑے جاویں۔ چنانچہ ہمارے سامنے جیل خانہ مراد آباد میں سے ۷۰ قیدی چھوڑ دیئے مگر معلوم نہیں کہ جزیروں میں سے قیدیانِ دائمی کو کس کس کو رہائی دی گئی اور خدا کرے تم کو اور شیخ تفضّل حسین صاحب کو رہائی دی گئی ہو۔ یہاں اس وقت تک کوئی حکم مفصّل جزیروں کے قیدیوں کی بابت نہیں معلوم ہوا۔ مگر مجمل حکم تو یہ سنا ہے کہ سب قیدیان بغاوت کو رہائی دی گئی اور حکم ہے کہ وہ اپنی اپنی ضمانت دے کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاویں اور تمہارے واسطے سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمہاری ضرور رہائی ہوئی ہوگی کہ مسل مقدمہ تمہاری

خود بخود طلب ہو گئی ہے۔ اے جانِ برادر اب یہاں ہم سب تمہارے خط کے آنے کے نہایت منتظر ہیں کہ تمہارا کس وقت خط آتا ہے کہ میں یہاں سے چلا اور فلاں تاریخ کلکتہ میں آؤں گا اور یکم جنوری کو یقین ہے کہ بارہ بجے دن کے تم کو حکم رہائی کا سنایا ہوگا اور تم وہاں سے چلے ہونگے اور اگر صورت ضمانت کی حکم میں ہو تو تم فوراً لکھو کہ یہاں ضمانت جسقدر کی حکم ہو داخل کر دیں اور تم وہاں کا سب حال مفصل لکھو کہ کس کس کی رہائی ہوئی شیخ تفضّل حسین صاحب اور چندر کا پرشاد کی رہائی ہوئی اور سب حال اپنا جلدی لکھ کر روانہ کرو کہ ہم کو ایک ایک دن انتظار میں بمشکل گذرتا ہے اور سب تمہارے خط کے مشتاق ہیں۔ اگر اس خط کے پہنچنے سے اوّل تم روانہ ہوئے یہاں تو تو خوب ہوا اور اگر بعد کو روانہ اس طرف کو ہو تو اثنائے راہ میں جس مقام میں تار برقی ہو وہاں سے خبر اپنی روانگی کی اور آنے کی بمقام مراد آباد بمحلہ قرب سرائے کلاں بنام سید علی حیدر وکیل برمکان مولوی تراب علی کے روانہ کیجیو کہ وہ فوراً پاس ہمارے روانہ کریں گے اور جو اشیاء وہاں کی نادر ہوں وہ اپنے ساتھ لیتے آئیو اور جس وقت تم کلکتہ میں داخل ہو اسی وقت ایک خط روانہ کیجئیو۔ اور جس مقام پر بانتظار ہمارے آنے کے قیام کرو وہاں کا پتہ اور نشان لکھو کہ ہم وہاں پاس تمہارے پہنچیں اور باقی سب تم کو سلام و دعا کہتے ہیں اور تمام شہر تمہارے آنے کا مشتاق ہے اس خط کا جواب فوراً مفصّل لکھو۔

فقط

مرقومہ روزِ جمعہ ۱۲/ جنوری ۱۸۷۷ء

باقر نذر و حسن نذر

پتہ لفافہ: انشاءاللہ تعالیٰ یہ خط براہِ کلکتہ وسنگاپور ہو کر جزیرۂ سراوک میں یا سیبو میں بمطالعہ برادرِ

عزیز القدر سید شبیر علی خاں سلمہٗ واوصلہٗ بما یتمناہ کے پہنچے

مرسلہ باقر نذر و حسن نذر از امروہہ ضلع مراد آباد، محلّہ سٹھی

بیرنگ: یومِ جمعہ ۱۲؍ جنوری ۱۸۷۷ء جواب طلب

نوٹ: یہ خط واپس آیا لفافہ پر کلکتہ وغیرہ کی بہت سی مہریں لگی ہیں تاریخ و مقام نہیں پڑھے جا سکے

بشیر حسن

خط ۷

برادرِ عزیز القدر عزیز از جاں قوت بازو سید حمزہ علی خاں سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

بعد دعائے درازیٔ عمر و درجات کے واضح ہووے کہ پہلے تمہارے خط آئے تھے اور میں نے جواب روانہ کر دیا تھا یقین ہے کہ پہنچا ہوگا اب میں اپنا حال لکھتا ہوں کہ میں قلعہ بالی میں کیریل ہوں اور ۱۴ نفر ملائی قلعہ پہرہ دیتے ہیں اور دو صاحب رہتے ہیں اس طرح سے ہوں تمہارے خط آنے پر نظر رہتی ہے۔ اللہ تم کو زندہ و سلامت رکھے اور تم کو اولاد دیوے۔ جی بہت چاہتا ہے تم کو دیکھنے کو کیا کروں مجبور ہوں تقدیر سے کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی کیا چارہ ہے۔ اپنا حال تحریر کیا کرو۔ ارسالِ خطوط میں تاخیر نہ چاہئے اپنا حال سب تحریر کرو یعنی حال قرضہ و حال مقدمات و حالِ اہلِ خاندان کہ تمہارے ساتھ کسطرح ہیں اور کیا صورت ادائے قرض کی پیدا کری۔ غرض سب حال سے اطلاع دینا حال عمو صاحب و سید یوسف علیخاں و احمد الدین خاں و سراج الدین وغیرہ سے اطلاع دینا و بخدمت عمو صاحب و احمد الدین خاں صاحب و والدہ صاحبہ وغیرہ سلام و نیاز عرض کر دو اور بو بو شبیہاؔ و رفیعہ وغیرہ کو دعا کہہ دو و نیز حال حویلی بیرون کا لکھنا اور حال سب اہلِ خاندان کا جو تمہارے ساتھ ہوں لکھنا۔

فقط

شبیر علیخاں

از مقام بالی، متعلق سیبو

۴/ مارچ ۱۸۷۷ء

خط ۸

۱۴؍مارچ ۱۸۷۲ء

قلعہ بالی میں تقرر، ۱۴؍نفر ماتحت تھے۔

اخوی صاحب قبلہ وکعبہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے واضح ہو کہ ایک قطعہ خط رجسٹری شدہ میرے پاس پہنچا میں نے پہلے ایک خط روانہ کیا تھا اب یہ خط روانہ کرتا ہوں۔ میرا حال یہ ہے کہ میں قلعہ بالی میں مقرر ہوں ۱۴؍نفر ملائی میرے متعلق ہیں سب طرح خیریت سے ہیں اطمینان فرمایئے اور اپنا حال مفصل تحریر فرمایئے کہ میں شب و روز منتظر آپکے خط کا رہتا ہوں اور پہلے اس سے آپنے لکھا تھا کہ چند نفر واسطے آنے کے تیار ہیں اگر خرچ بھیج دو تو روانہ ہوں تو خرچ یہاں سے پہلے ممکن نہیں ہاں یہاں آکر نصف خرچ ضرور ملے گا لہٰذا کچھ ضرور نہیں اگر پھر راجہ صاحب چاہیں گے تو دربارہ خرچ راہ عرض کرونگا اور سید نور خاں جلال آباد ضلع شاہ جہاں پور اپنے ہمراہ دس نفر لائے وہ سب نوکر ہیں اور کام کرتے ہیں اطلاعاً لکھا گیا اور یہاں سے چار نفر ہمراہیاں ہمارے سے رہا ہوئے حسبِ چٹھی گورنر صاحب بہادر شہنشاہِ ملکہ معظمہ کے اور ہزارہا قیدی ہندوستان۔۔۔۔ وسنگاپور وغیرہ سے اطلاعاً لکھا گیا۔۔۔۔اور۔۔۔۔آگے سب کو سلام و دعا لکھا۔

فقط

شبیر علی خاں

۱۴؍مارچ ۱۸۷۲ء

خط ۹

۲۵ رجون ۱۸۷۷ء

از مقام سیبو متعلق سراوک

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے واضح ہو کہ میں بخیریت ہوں اور خیر و عافیت آپکی اللہ سے شب و روز نیک چاہتا ہوں۔ آپکا عنایت نامہ بہت عرصہ سے نہیں آیا۔ ہمیشہ میں پراگندہ و پریشان ہوں۔ لازم کہ حالات اپنی خیر و عافیت سے مطلع فرمائے۔ پہلے عرصہ آیا و شش ماہ سے ہوئے جو آپکا خط آیا تھا اور میں نے جواب ارسال کر دیا تھا اس کے بعد پھر ایک خط ارسال کیا اب یہ خط بھیجتا ہوں اور ڈاک میں خط اکثر تلف ہوتے ہیں کیا کیا جائے۔ اور حالات قرضہ وغیرہ و حالات مقدمات مابین یوسف علی خاں جو پہلے واقع تھے آپکا فیصلہ کس طرح ہوا اور اب کیا کیفیت ہے اور جناب عموی صاحب قبلہ کو آداب و نیاز کہہ دیجئے اور ان کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور جناب والدہ صاحبہ و نانی صاحبہ و خالہ صاحبہ و جناب خالو صاحب قبلہ کو آداب و نیاز عرض کر دیجئے اور اخوی صاحب سید باقر نذر صاحب کی خدمت میں بعد سلام کے التماس ہے کہ اب عنایت نامہ اپنے ہاتھ سے تحریر کر کر مفصل حال وہاں کا تحریر فرمائیں۔ مجھکو فراموش نہ کیجئے۔ اور برادر عزیز القدر حمزہ علی خاں بعد دعائے درازئ عمر و درجات ۔۔۔۔۔۔ ہوئے کہ پہلے میں نے تم کو خط لکھا تھا شاید پہونچا ہوگا۔ تمہاری خیریت کا ہمیشہ انتظار رہتا ہے۔ اگر تمہارا خط آیا تو برائے چندے اطمینان رہا ورنہ مجنون و پریشان رہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں

فقط

شبیر علی خاں

از مقام سیبو متعلق سراوک، ۲۵ رماہِ جون ۱۸۷۷ء

خط ۱۰

۱۳/ ماہ جون ۱۸۷۸ء

اخوی صاحب قبلہ وکعبہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے واضح ہوئے کہ پہلے ایک خط آپکا آیا تھا اس کا جواب میں نے رجسٹری کرا کر روانہ کر دیا۔ یقین ہے کہ پہنچا ہوگا اب میں یہاں اپنا حال لکھتا ہوں کہ واقع تاریخ ۳۱/ مئی ۱۸۷۸ء کو ریزیڈنٹ صاحب یہاں کے نام ان کالو صاحب ہے بازار میں ایک ڈایا کہ وہ مجرم سرکار تھا اسکو مارنا چاہا وہ ڈایا زخمی ہوا ہاتھ سے صاحب کے اس کے عزیز تیس نفر سے زیادہ اس کے ساتھ تھے انہوں نے صاحب کو پکڑ لیا۔ قریب تھا کہ سرکاٹ لیں میں پیچھے تھا جس وقت مجھ کو اطلاع ہوئی میں بہت قریب پہنچا۔ دیکھا میں نے قریب ہی صاحب تھا۔ آخر جا و بے جا میں نے تلوار ماری وہ ڈایا زخمی ہوا۔ صاحب چھوٹہ (چھوٹا) تو ایک ملائی نے بہت مدد کری (کی) غرض وہ جو ڈایا میرے ہاتھ سے مارا گیا اور صاحب بھی زخمی ہوا ہاتھ سے ڈایا لوگ کے۔ غرض ایک میں اور ایک ملائی صاحب کے ساتھ رہے۔ میں بہت زخمی ہوا مجھے ایک ہرا میرے ہاتھ پر لگا اور ایک برچھی میرے شانے پر لگی مگر زخم تھوڑے ہوئے ------ قلعہ میں لائے اس صاحب کو زخم میرے اچھے ہو گئے اور صاحب بھی اچھا ہو گیا اطلاعاً لکھا گیا۔ خدا نے آبرو و جان دونوں بچالیں اور حال عقب سے لکھوں گا۔ یہ خط جلدی میں لکھا گیا ہے اور وہاں کے حال سے اطلاع دینا۔ اور حمزہ علی خاں کو مضمون خط واحد ہے۔ اور والدہ صاحبہ وعموی صاحب وخالو صاحب کو بھائی سید باقر نذر صاحب کو سلام و نیاز پہونچے اور سب کو دعا پہنچے اور کو دعا دیدہ بوسی پہونچے اور اہلخانہ کو ---- پہونچے فقط

شبیر علی خاں از مقام ---------------

جواب طلب

۱۳/ ماہ جون ۱۸۷۸ء

خط ۱۱
رہائی کی امید

مورخہ ۳۰ ر ماہ جون ۱۸۷۸ء از مقام سراوک خاص

راقم تفضل حسین صاحب

جناب قبلہ حاجات و کعبہ مرادات دو جہاں سید حسن نذر صاحب و حمزہ علی خاں صاحب دام اقبالکم

بگذارش تسلیم بندگانہ و کورنش خادمانہ التماس گذار ہوں کہ ایک پرچہ مختصر مرسلہ جناب قبلہ مخدومی سید شبیر علی خاں صاحب ـ ـ ـ ـ ـ خدمت شریف ملفوف عنایت نامہ موسومہ کمترین مقام بالی صادر ہوا۔ نظر تعمیل اس کے بعینہ رجسٹری ارسال کرتا ہوں اور برائے رفع تشویش و اطمینان خاطر شریف کے شرح اسکی گذارش کرتا ہوں فقط واقع تاریخ ۳۱ رمئی سال رواں یہ معرکہ مقام بازار بالی میں واقع ہوا اور انجام کار جناب قبلہ سید شبیر علیخاں صاحب ظفریاب ہوئے اور وہ ڈایا باغی ان کے ہاتھ سے جان سے مارا گیا اور صاحب ریزیڈینٹ بہادر مسٹر لوان کی جانبری بوجہ عنایت جناب مخدوم المعظم ظہور میں آئی۔ اور جناب محتشم الیہ (شبیر علی خاں) کے بھی دو زخم نصیب دست چک ہوئے مگر بفضل الٰہی زخم خشک ہو گئے۔ اور صحیح و تندرست تمام ہیں۔ اولا بفور اسکی ساعت۔ میں نے راجہ صاحب بہادر سے درخواست جانے مقام بالی میں کی تو اسوقت اگنبوٹ موجود نہ تھا۔ بوٹ پر جانے میں وقت اور عرصہ دراز درکار تھا۔ بعدہٗ راجہ صاحب خود تشریف لے گئے اور میری تسکین کی اور فرمایا کہ زخم خفیف ہیں ورنہ میں خود ان کو اس مقام پر نہ چھوڑتا۔ یہ بلائے عظیم تھی کہ نزول اسکا جان و عزت دونوں پر تھا۔ مگر ببرکتِ دعا آپ بزرگوں

کے اللہ جل شانہٗ نے دفع فرمایا اور جناب محتشم الیہ (شبیر علی خاں) نے نام نامی پیشگاہ حکام عالیشان قرار واقع پایا۔ اب مترصد دعا کا ہوں کہ اس کی پاداش میں وہ سب برآمد ہو کہ جو راجہ صاحب بہادر اس کارِنمایاں سے حضور میں نواب گورنر جنرل بہادر کشورِ ہند کے سفارش مخلصی کی فرمادیں اور وہاں سے مقبول ہو اس کی تحریک زیرِ نظر ہے۔ معاقب برظہور اطلاع گزار ہونگا مگر ہرطرح کا اطمینان منجانب اس کے خاطر شریف میں رکھئے اور تصدیق کے واسطے خط دستخطی انکا ملاحظہ شریف میں گذریگا۔

قبل اس سے قطعہ عریضہ مع عنایت نامہ جناب قبلہ سید شبیر علی خاں کے بواسطہ رجسٹری ارسالِ خدمت کیا ہے اسکو ایک عرصہ گزرا کہ ہنوز جواب سے چشم انتظار فرش راہ ہیں۔ اگر عنایت نامہ جوابی رجسٹری فرما کر روانہ فرمایا جائے تو ہرآئینہ امید طلب باقی نہیں رہتی ورنہ محتمل رہتا ہے اس کے جواب سے جلدتر اطلاع بخشیئے اور کیا عرض کروں کہ جو بدوں ادراک خبرو عافیت آپ صاحبان کی کیفیت اضطرابی اور حالت جان روح و رواں جناب محتشم الیہ پر طاری رہتی ہے۔ آئندہ کو ایسے انتظار سے معاف فرمایئے۔ جیسا کہ الانتظار اشد من الموت مشہور ہے۔ اس مرتبہ انشاءاللہ امید قوی ہے کہ جناب ممدوح ضرور فائز مخلصی کامل ہونگے کیونکہ یہ شکل ایسی ہے پردۂ غیب سے ظہور میں آئی ہے۔ بحضور اقدس جناب والدۂ ماجدہ مدظلہا فرمائے کہ اسوقت دعائے شبانہ روزی اور اوراد سحری سے یاد فرماتی رہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ دعا آپکی مقبول ہوگی۔

مورخہ ۳۰/ ماہِ جون ۱۸۷۸ء از مقام سراوک خاص

خط ۱۲

التماس گذار نعلین بردار کمترین تفضّل حسین عفی اللہ عنہٗ

مکرر اولاً تکلیف سامعہ خراش کی معافی چاہتا ہوں بعدہٗ حال ضرورت سے مختصر مکلّف واطلاع گذار ہوں کہ کیفیت اس ملک ومملکت کی ۔ نیز گذارش کی گئی ہے تحریر مکرر تحصیلِ حاصل ہے بہر حال یہ ملک قابلِ تجارت ہر طور سے ہے اور نفع کامل مترتب ہے ۔مگر صرف ایک آڑھت بیرونی مقام کلکتہ سے درکار ہے اگر یہ امر صورت پذیر ہوجاوے تو ضرورتِ ذاتی سے ضرور آسانی ہر طرح کی متصور ہے ۔ بعد چندے اہلِ آڑھت کو ردوبدل دو ایک مرتبہ کی قیمت اشیا میں خود اعتبار ہوجاوے گا ۔صرف بارِاول تکلیف ذاتِ والا پر درکار ہے یا آنکہ خود وہ شخص اپنا کوئی آدمی بھیج کر مال فروخت کرادے ہم لوگ مدد ومعاون رہینگے مگر بالفعل ہمراہ اسکے جواب کے مترصّد ہوں کہ دانہ ۔منکا ۔سلیمانی کی ہر قسم مگر عمدہ اور روشن وتاباں دراز جسقدر رہوں اور سوراخ ان کا برابر ہو بیس خواہ پچیس ضرور بالضرور پلندہ کر کے بعینہ رجسٹری ضرور روانہ فرمایئے ۔ کہ اگر ان میں سے دو چار دانے میں امتحان میں کامل نکلے جیسا کہ مبصر یہاں امتحان کرلیں تو قیمت اس کی ہمسنگ جواہر کے ہے اور یہ شے اس اطراف میں بآسانی مل سکتی ہے ۔ اسمیں ہرگز ہرگز دریغ بندہ نوازی سے نہ فرمائیں ورنہ نہایت دل شکستہ ہوجائیگا اور نیز قیمت ہاتھی دانت سے اطلاع بخشیئے کہ سالم دانت کیا قیمت ہے فی سیر اور اگر کاٹ کر خرید کرے تو کیا اور کثرت سے مل سکتا ہے اور قیمت موم خام اور پختہ فی من اور فی سیر کیا ہے اور کہاں تک ان اطراف میں بروقت ضرورت مل سکے گا اور شاخ کرگداں یعنی سینگ گینڈے کا بھی اس طرف دستیاب ہو سکے گا ۔ اور کس قیمت تک اسے ضرور مطلع فرمایئے اور یہ جگہ بوجہ ریل کی مسافرت کو دور نہیں نزد خشکی تا بہ کلکتہ آسان تر

ہے۔ کلکتے سے اس جانب سفر دریا نو روز سنگاپور اور سنگاپور سے تین روز اسطرف سے مسافت طے ہوئے۔ اطلاعاً و ایماً التماس ہے گستاخی معاف ہو کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ ایام جمعیت بکام باد۔ ایک عرصے سے خیر و عافیت جناب قبلہ و کعبہ محمد۔۔۔۔ صاحب سے مطلع نہیں۔ بشرط معلومات اطلاع فرمائیے فقط۔ برادر زادے آپکے خادم کے شوکت حسین اور اکرام حسین طلبیدہ اس خادم کے مقام منڈلہ سے بتاریخ ۴ر جولائی سالِ رواں مع الخیر والعافیت مجھ تک پہنچے اور دیدار سے ان کے نہایت مسرور الوقت اور شادماں اور شکر گزار جامع المتعرقین کا ہزار جان سے ہوا۔ اطلاعاً عرض کیا۔

تاریخ ۶ر جولائی ۱۸۷۸ء

التماس گذار

کمترین تفضّل حسین عفی اللہ عنہٗ

خط ۱۳

راجہ کی ملازمت، تنخواہ کا کم ملنا، ترقی کی امید کرنا، چھ افراد کا ماتحت ہونا، ڈایالوگ تجارت کرتے ہیں۔ ملائی مسلمان ہیں۔ مقدمات کا پیش ہونا، گتہ کی تجارت، موم کی پیداوار اور اپنے ہاتھ سے کھانا پکانا۔

۲۸/ ماہِ مئی ۱۸۸۰ء

از مقام قلعہ کناویتہ

جناب اخوی صاحب سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے معلوم ہو کہ عنایت نامہ آپ کا رجسٹری شدہ میرے پاس پہنچا۔ سب حال سے اطلاع پائی۔ آپنے جو شکایت میری دربارۂ نہ ارسال کرنے خط کے تحریر فرمائی ہے یہ درست ہے ضرور مجھ سے خلاف ہوا کہ آپکے نام میں نے عریضہ نہ لکھا مگر میں بہ قسم شرعی عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح کی آزردگی نہیں۔ اگر ہوئی خطا مجھ سے تو اس کو آپ معاف فرمائیں۔ مگر میں آپ سے شکایت رکھتا ہوں کہ آپ نے جو خط میرے نام اس عرصۂ دو سال میں نہ بھیجا اس کا کیا سبب تھا۔ میں نے اکثر یہاں سے خطوط بھیجے آپنے کبھی نہ جواب دیا۔ یہاں تک کہ جب میں زخمی ہوا تو سب حال مفصّل میں نے اپنا ایک خط میں لکھ کر روانہ کیا۔ اس کا جواب بھی آپنے تحریر نہ فرمایا۔ نیز حمزہ علی خاں نے کچھ نہ لکھا تو میں نے سکوت کیا جبکہ حمزہ علی خاں کا خط آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ بیمار رہا۔ یعنی مرضِ جنون میں مبتلا رہا۔ آپکو لازم تھا کہ مجھ کو سب حال سے اطلاع فرماتے مگر آپ نے یک قلم تحریر موقوف کر دی۔ خیر یاد کرنا گذشتہ کا مناسب نہیں۔ اب جو تحریر اس کی آئی تو اس میں لکھا کہ ایک مرض میں مبتلا ہوں اور مرض کا کچھ حال نہ لکھا کہ کیا مرض ہے۔ اس سے اور بھی پریشانی ہوئی۔ لازم کہ اپنے مرض سے اطلاع

دیجئے۔اب یہاں سے میں اپنا حال لکھتا ہوں کہ جب کہ زخمی ہوا اور ڈایا میرے ہاتھ سے مارا گیا تو مجھ کو امید ہوئی کہ اس میں میری مخلصی ہو جائیگی و نیز ترقی کام و تنخواہ کی ہوگی۔اس کی کیفیت یہ ہوئی کہ بعد اس معرکہ کے میری تبدیلی اس قلعہ کی ہوئی کہ میں یہاں موجود ہوں اور اس کے بعد راجہ صاحب بہادر یہاں تشریف لائے کہ یہاں سب افسر ڈایا جمع ہوئے تھے ان سے راجہ صاحب نے گفتگو کری کہ میں ولایت جاتا ہوں تم کچھ فساد نہ کرنا۔تھوڑے عرصہ میں آؤنگا۔اس کے بعد راجہ صاحب اگنبوٹ پر تشریف لے گئے۔مجھ کو کچھ مجال گفتگو کی نہ ہوئی اور لو صاحب نے بھی کچھ میرے متعلق نہ کہا اس کے بعد راجہ صاحب ولایت تشریف لے گئے ابھی تک نہیں آئے اس کے بعد ایک عرضی میں نے لکھ کر لو صاحب کو دی۔مجھ کو لو صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور نادم ہو کر وہ عرضی سیبو کو لے گئے۔وہاں جا کر سلیون صاحب کہ جو کرانے میں سیبو میں اور مجھ سے بہت موافق ہیں ان سے کہا کہ راجہ صاحب ولایت میں ہیں کیونکر ترقی کام اور تنخواہ کی کروں اور میں بھی زخمی ہوا اور شبیر علی خاں بھی زخمی ہوا۔میرا بھی اضافہ تنخواہ میں نہیں ہوا۔راجہ صاحب ولایت سے آویں تو صورت نیک نکلے۔تم سلیون صاحب شبیر علی خاں کو اطلاع دے دو۔غرض کہ انہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ سکوت کرو۔جب کہ میں سیبو گیا تو مجھ سے سلیون صاحب نے کہا کہ لو صاحب کو اس معاملے میں بہت ندامت ہوئی یعنی راجہ صاحب بہت آزردہ ہوئے لو صاحب سے اس وجہ سے کہ لو صاحب نے جو بازار میں جا کر اس ڈایا پر ہاتھ ڈالا تو اس وقت لو صاحب نشے میں تھے شراب کے اور وہ ڈایا جو تمہارے ہاتھ سے مارا گیا اس کی کچھ خطا نہ تھی اس نے لو صاحب کو پکڑ لیا تھا بھائی اس کا خطاوار تھا وہ بھاگ گیا زخمی ہو کر۔اگر۔۔۔۔نے پکڑ لیا لو صاحب کو تو اپنے بھائی کی محبت سے کہ اس کے بھائی کو لو صاحب

مارنے والے تھے نیز کیا ضرور تھا لوصاحب کو اپنے دشمنوں کے اندر جانا۔ یہ سب فساد شراب کا
تھا۔ اس واسطے لوصاحب کچھ سفارش نہ کرتے ہیں و نیز جلد تر راجہ صاحب ولایت کو چلے گئے اگر
رہتے تو ضرور اس طرح کی بہتری ہو جاتی اب اس مہینہ میں آنے والے ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے
میں کچھ راجہ صاحب سے گفتگو کرونگا اور لوصاحب ولایت کو گئے ایک سرٹیفیکٹ مجھ کو دے گئے
ہیں اس میں حال زخمی ہونے کا و نیز کارگذاری سب میری لکھی ہے۔ راجہ صاحب سے گفتگو کر کر
آپکو اطلاع دونگا اور میں یہاں مقامِ کناویۃ میں ہوں اور یہ قلعہ میرے سپرد ہے اور چھ نفر ملائی
قلعہ میں نوکر ہیں یہ سب میرے نیچے کام کرتے ہیں یہ لوگ پہرہ دیتے ہیں اور نیز مثل پولیس
کے کام کرتے ہیں۔ اور میں ہی اس نگری کا نگراں ہوں یعنی تمام ڈایا و ملائی و ملافو کا جو حال ہوگا
وہ سب ریزیڈنٹ صاحب کو مجھ سے پہنچتا ہے و جس قدر مقدمات یہاں کے ہوتے ہیں وہ سب
روبرو ریزیڈنٹ صاحب کے پیش کر دیتا ہوں۔ بازار میں چینا لوگ رہتے ہیں اور یہاں کوئی
سپاہیوں سے میرے سوا نہیں۔ اور اگنبوٹ ایک مہینہ میں دوبار یہاں سیبو سے آتا ہے ڈایا لوگ
زراعت کرتے ہیں دھان کی اور چینا لوگ سوداگری سب قسم کی کرتے ہیں اور سوائے دھان
کے کسی قسم کی جنس نہیں پیدا ہوتی ہے و نیز ملائی لوگوں کا حال بھی مثل چینا لوگوں کے ہے کہ وہ بھی
زراعت نہیں کرتے سوداگری کرتے ہیں اور حال ملافو کا مثل ملائی کے ہے مگر ملائی لوگ مسلمان
ہیں اور ملافو کافر ہیں یہاں کے جسقدر مقدمات ہیں وہ سب میرے پاس آتے ہیں میں پیش
کر دیتا ہوں روبرو ریزیڈنٹ صاحب کے فقط۔ اور حال تنخواہ کا یہ ہے کہ مبلغ دس رنگر پچاس
حسیس ماہواری ہے مگر وقت آنے راجہ صاحب کے یقین ہے کہ اضافہ تنخواہ کا ہو جاوے و نیز
یہاں سوداگری گنّے کی ہے۔ گنّہ دودی درخت کا و نیز سوداگری بید کی ہے و نیز موم بھی پیدا ہوتا

ہے اور ایک خط میں نے پہلے لکھا تھا اپنے گھر میں کہ نام اور اس میں قدر خرچ طلب کیا تھا اس کا
جواب آیا میرے نام اس میں ہے کہ تم نے حال آمدنی وخرچ کا دریافت کیا تو اطلاع دیتی ہوں
سب خرچ وآمد کا حال لکھا و نیز لکھا کہ وقت ضرورت کے منور حسن خاں بھائی میرے امداد خرچ
کی کرتے ہیں تو مجھ کو یاد ہے کہ کبھی میں نے ان سے خرچ وآمد کا حساب طلب نہیں کیا شاید ان کو
خیال ہو کہ منور حسن خاں کے کام کرنے سے میں نے حساب طلب کیا۔ ان سے آپ کہہ دیں کہ
مجھ کو کبھی ایسا خیال نہیں ہوا۔ اور خرچ کے بارے میں یہ ہے کہ مجھ کو خرچ کی اب ضرورت نہیں نہ
بھیجیں۔ ان کی جائیداد ان کے خرچ کو مکتفی نہیں ہوتی تو وہ کہاں سے خرچ روانہ کرینگی۔ تھوڑا
قرضہ ہو گیا تھا بسبب بیماری کے کہ حکیم کو اور دوائی کے خرچ میں قرض ہو گیا تھا۔ وہ تنخواہ سے
دیدیا جاویگا۔ اور آپ نے دریافت کیا کہ تم وہاں کس طرح رہتے ہو تو یہاں کا حال کیا لکھوں کہ
یہاں کا رہنا مثل خانہ بدوشوں کے ہے کہ اگر کچھ طبیعت علیل ہوئی تو طعام یعنی کھانا بھی میسر نہیں
آتا۔ اگر آپ ہی کھانا پکاویں تو کھانا ملے۔ ملائی قوم سے یہ بھی توقع نہیں۔ یہاں پندرہ برس
ہوئے اپنے سے ہی کھانا پکانا ہوتا ہے۔ فقط۔ وہاں کی کیفیت نام بنام سب کی لکھ کر روانہ فرمائیے
و نیز سب حالات حمزہ علی خاں کے تحریر کیجئے۔ ونگرانِ حال حمزہ علی خاں کے رہئیے۔ کہ سوائے
آپ کے اور کون ایسا ہے جو امداد کریگا و بخدمت جناب خالو صاحب و اخوی صاحب سید باقر
نذر۔۔۔۔ سب کو نام بنام پہنچے فقط

معروضہ ۲۸/ ماہِ مئی ۱۸۸۰ء

سید شبیر علی خاں

از مقام قلعہ کناویۃ

خط ۱۴

زوجہ اولیٰ کی بیماری وموت، زوجہ کا ترکہ، منور حسن خان صاحب سے تقسیم جائیداد اور اپنے حصہ کا مطالبہ

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے واضح ہووے کہ ایک خط مرسلہ حمزہ علی خاں کا میرے پاس آیا اس سے حال بیماری گھر میں کا (زوجہ) معلوم ہوا تھا۔ چاہتا تھا کہ جواب اس خط کا روانہ کروں یہ خط آپکا وحمزہ علی خاں کا مرقومہ ۲۴ ر تمبر ۱۸۸۰ء پہنچا اس سے حال انتقال کا معلوم ہوا مرضیٔ خدا میں بشر کا کیا اختیار ہے۔ نوشتۂ تقدیر جو تھا وہ پیش آیا۔ اب میں آپ کو لکھتا ہوں کہ جائیداد ان کی سے عندالشرع مجھکو نصف پہنچتی ہے اور میں یہاں ہوں اور میں نے پہلے مختار نامہ آپ کے نام بھیجا تھا وہی مختار نامہ کفایت کرتا ہے بذریعہ اس مختار نامۂ عام کے جائیداد نصف تقسیم کر لیجئے اس میں کاہلی وتساہلی کو راہ نہ دیجئے اگر آپ اس میں تساہلی کریں گے تو میں آپ سے اور حمزہ علی خاں سے شاکی ہونگا۔ و نیز تم مواخذہ دار ہونگے اور دیندار ہونگے و نیز میں تم سے عاقبت میں دامن گیر ہونگا و نیز ایک عرضی میں نے بحضور جناب کلکٹر صاحب و جج صاحب و کمیشنر صاحب کی خدمت میں روانہ کری ہے۔ مسودہ اس کا علیحدہ پرچہ پر ملفوف خط ہذا بھیجتا ہوں ہرگز تامل دربارۂ تقسیم دربارۂ جائیداد کے منور حسن خاں سے نہ کیجئے گا اور بعد تقسیم کے آمدنی میرے پاس روانہ کرتے رہیے۔ اگر چہ میں وہاں نہیں ہوں مگر آپ وحمزہ علی خاں مثل ذات میری کے ہیں آپ دونوں مختار میری جانب سے ہیں اور عرائض مذکورہ بالا میں سے اپنے ریزیڈنٹ صاحب کی چٹھی کے ساتھ روانہ کرے ہیں اور آپ نے جو لکھا کہ مادر منور حسن وسب عزیز شریک ماتم جناب والدہ

صاحبہ کے نہ ہوئے انکو اختیار تھا اس کی کیا شکایت۔ ہر شخص کو اپنے فعل کا اختیار ہے۔ اور میں اپنا کیا حال لکھوں میں نے بذریعہ ریزیڈنٹ صاحب کے راجہ صاحب بہادر سے درخواست چٹھی کی پیشگاہ نواب گورنر جنرل کے کری تھی ابھی تک چٹھی روانہ نہیں ہوئی۔ قوم ڈایا نے بہت فساد کر رکھا ہے اس سبب سے ریزیڈنٹ صاحب کو فرصت نہیں ہوتی۔ قریب ہے کہ چٹھی روانہ ہو و نیز دستاویزات اپنی میں نے حوالے ریزیڈنٹ صاحب کے کر دی ہیں۔ فقط اور دربارہ اخراجات ماتم داری و نیز خرچ داخل خارج وغیرہ میں جو آپ نے لکھا وہی معلوم ہوا میں اپنا کیا حال لکھوں میں آپ کو بقسم شرعی لکھتا ہوں واللہ باللہ میرے پاس ایک حبّہ نہیں جو ارسال کروں مگر جس قدر مجھ کو بہم پہنچا قرض لیکر عقب سے ارسال کرونگا یا جو ممکن ہوا بذریعہ اس خط کے بھیجوں گا۔ اور اگر نزع دربارہ جائیداد کے نہ واقع ہووے تو خرچ اسی جائیداد کی آمدنی سے ہوگا اور آپ کو خیال رہے کہ ایسا نہ ہو جو حال جائیداد ہمشیرہ صاحبہ کنیز فضہ کا ہوا۔ یعنی وصیت سے اپنی اپنی کاربراری کر لی اور مجھ کو محروم کر دیا ابھی میں زندہ ہوں اور امید خدا سے قریب رہائی کی ہے۔ نیز اہلِ خانہ کو میرے حال پر رحم کرنا چاہیئے۔ میں نے کچھ چوری کسی کی نہیں کری یعنی چوری کر کے یہاں نہیں بھیجا گیا ہوں اور عرائض جو میں نے یہاں سے روانہ کرے میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلے تفضّل حسین خاں لکھا کرتے تھے انہوں نے انتقال کیا اب مجھ کو نہایت صدمۂ تنہائی ہے جو کچھ نوشتۂ تقدیر ہے کب مٹتا ہے و نیز تفصیل جائیداد میں نے ان عرائض میں نہیں مندرج کری۔ اس واسطے کہ اس کا حال آپ خود سرکار میں بیان کر سکتے ہیں اور بخدمت جناب والدہ صاحبہ و خالہ صاحبہ وغیرہ وغیرہ سلام۔

عرضی بحضور کمشنر صاحب

اور یہ مسودہ عرائض کا ہے جو بحضور صاحب کمشنر و صاحب جج و صاحب کلکٹر مراد آباد

میں نے روانہ کری ہیں۔عرض خداوند نعمت والاحشم عوالی شان اسکندر دوراں جناب کمشنر صاحب بہادر ضلع مرادآباد دام ملککم وقبالکم دربار دولت حضور میں عرض رساں ہوں کہ زوجہ میری نے انتقال کیا۔ جائداد متروکہ زوجہ میری سے مجھ کو پہنچی ہے اور وہ واقع ہے پرگنہ امروہہ و پرگنہ ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد میں اور فدوی یہاں ملازم جناب راجہ صاحب بہادر روالی سراوک ہے اور بھائی میرے سید حسن نذر برادر خالہ زاد و بھائی میرا سید حمزہ علی خاں وہاں ہے ان دونوں آدمیوں کے ذریعہ سے آمدنی اس کی میرے پاس آیا کرے و نیز انتظام اس جائداد کا معرفت سید حسن نذر و حمزہ علی خاں کے کرادیا جائے۔اور داخل خارج محکمۂ مال میں بنام میرے کرادیا جاوے۔

فقط

خط ۱۵

عہدہ کی ترقی کی امید

ہائن صاحب بہادر ریزیڈینٹ صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ بعد فیصلہ ڈایا کے تمہارے ترقی عہدہ کے واضافہ تنخواہ کا کیا جاویگا جو صاحب یکا یک بیمار ہوکر ولایت روانہ ہوئے اب لو صاحب جو پہلے یہاں تھے آنے والے ہیں جن کو ڈایا کے ہاتھ سے بچایا تھا اب وہ ہفتہ عشرہ میں آنے والے ہیں انکی معرفت کوشش کری جاویگی۔ دربارہ رپورٹ بحضور لاٹ صاحب بہادر ونیز دربارہ عرضی کام وتنخواہ کے جیسا ہوگا عقب سے لکھونگا ونیز میں نے قرض لیکر مبلغ (دس) رنگر کابل منگایا تھا کہ اب پاس روانہ کرونگا۔اب خط آپکا ذیل مجھ کوایک ہی تاریخ کوموصول ہوا جبکہ خط آپکا پڑھا تو آپنے مخالفت لکھی کہ خرچ روانہ کرنا تو میں اپنے صاحب سے دریافت کررہاہوں اگر صاحب نے واپس لیا تو بہتر ورنہ ہمراہ اس خط کے روانہ کرتاہوں اور میرے ایک دوست تھے یہاں یعنی شیخ تفضّل حسین انہوں نے بھی عرصہ ہوا انتقال کیا۔فقط اوراخوی صاحب سید باقر نذر صاحب قبلہ کو بعد سلام و نیاز کے واضح ہووے کہ خط آپکا پہنچا ہے میرے پاس۔ پیچھے سے جواب روانہ کرونگا اور جو اطلاع نامہ مع ایک عرضی مختصر کے میں نے بذریعہ چٹھی اپنے صاحب مع ۔۔۔صاحب بہادر کے روانہ کردیا اسی تاریخ میں اطلاعاً عرض کیا گیا فقط۔

بخدمت جناب والدہ صاحبہ و جناب خالہ صاحبہ و جناب خالو صاحب قبلہ و جناب عمو صاحب وقبلہ اخوی صاحب سید یوسف علی خاں وقبلہ سید احمد الدین خاں صاحب وقبلہ سلام و نیاز پہونچے اور شبہیاً ور فیعہ وقاسم وصادق وغیرہ کو دعا پہونچے فقط و برادرِ عزیز سید حمزہ علی خاں بعد دعائے بیشمار کے خط ہٰذا واحد ہے۔فقط

سید شبیر علی خاں

از مقام کناویۃ

معروضہ ۲۸ ماہِ مارچ ۱۸۸۱ء

خط ۱۶

راجہ سے تنخواہ میں اضافہ کی درخواست، آپ ملائی زبان جانتے تھے ڈایا لوگوں سے لڑائی

اخوی صاحب قبلہ وکعبہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے واضح رائے عالی ہووے کہ خط آپکا لکھا ہوا ۱۳ رجنوری کا میرے پاس پہنچا۔اس کا جواب میں نے آپکی خدمت میں روانہ کر دیا رجسٹری کرا کے۔اس کی رسید بھی آگئی۔ میں نے اس خط میں لکھا تھا کہ بل مبلغ دس رنگر کا میں روانہ کرتا ہوں اگر صاحب نے واپس لیا تو نہ روانہ ہوگا۔غرض میں نے اپنے صاحب سے کہا کہ بھائی میرے لکھتے ہیں کہ ضرورت ارسالِ خرچ کی نہیں تو یہ بل اگر آپ مہربانی کریں تو واپس لیجئے۔اسوقت صاحب نے منظور کیا کہ اچھا واپس لیا جاوے گا تو میں نے وہ بل خط میں نہ رکھا صاحب کے حوالے کیا اور خط کو صاحب کے حوالے کیا واسطے روانگی کے۔اور بل لو صاحب اسے ہمراہ سراوک کو لے گئے۔ سراوک سے ولایت کو روانہ ہو گئے اب کے لو صاحب آئے تو لو صاحب نے وہ بل مجھ کو دیا اور کہا کہ کمپنی واپس نہیں لیتی تم اس بل کو روانہ کر دو۔تو مجبور رنگیاں داخل کر دیں اور بل لے لیا تو میں سراول کا بل ملفوف عریضہ ہٰذا بھیجتا ہوں۔اس خط سے مبلغان مذکور وصول کرا لیجئے اور رسید جلد تر روانہ کر دیجئے میرے پاس اور سب حال سے اطلاع دیجئے اور میں یہاں کا کیا حال لکھوں۔ جس روز سے راجہ صاحب بہادر ولایت سے تشریف لائے ہیں بہ سبب قتل قوم ڈایا کہ مطلق فرصت نہیں جو اپنے بارے میں عرض کیا جاوے اور لو صاحب کو بہت کام رہتا ہے ان کو بھی مطلق فرصت نہیں۔ایک روز راجہ صاحب یہاں تشریف لائے تھے کہ یہاں دایا نے کر کے کر کر کٹیاں

لوگ کے سولہ سرکاٹ لئے تھے اسکے تدارک کو یہاں تشریف لائے تھے میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ مجھ کو امید پرورش کی ہے حضور سے تو فرمایا کہ کیا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ اضافہ تنخواہ چاہتا ہوں تو فرمایا کہ اچھا میں فکر کرونگا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اور بھی عرض ہے تو کہا کہ پھر کہنا۔ اس کے بعد قلعہ سے اتر کر اگنبوٹ پر چلے گئے۔ بعد اس کے میں نے لو صاحب سے افروختہ ہو کر کہا کہ کیوں صاحب آپ کچھ مہربانی نہیں کرتے تو کہا کہ میں ضرور مہربانی کرونگا تم ایک عرضی لکھو زبان ملائی میں، میں اپنی چٹھی کے ذریعہ راجہ صاحب کو دونگا۔ میں نے ویسا ہی کیا کہ ایک عرضی زبان ملائی میں میں لکھ کر ان کے حوالے کر دی وہ اپنے ہمراہ لے گئے اس روز سے لو صاحب یہاں نہیں آئے اور راجہ صاحب ہیں۔ غرض جیسا ہوگا عقب سے لکھوں گا روانگی بل میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔ اس واسطے جلدی میں یہ خط روانہ کر دیا ہے اور روپیہ بل کا وصول کر کر اطلاع دیجئے۔ اور ڈایا ایک پہاڑ کلاں پر قریب ایک ہزار آدمیوں کے جمع ہیں ان سے لڑائی درپیش ہے اور نیز معاملہ اصلاح بھی درپیش ہے۔ اگر دو چہار روز میں فیصلہ ہوا تو بہتر ہے ورنہ ڈایا سے لڑائی ضرور ہوگی۔ غرض جیسا ہوگا عقب سے لکھوں گا۔

معروضہ ۲۵/ماہِ جون ۱۸۸۱ء

خط ۱۷

۸/نومبر ۱۸۸۱ء

از مقام کناویہ متعلقہ سیبو وسراوک

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز

واضح ہوئے کہ جو جائیداد میری ترکہ زوجہ میری سے یعنی ترکۂ مسمّاۃ خاتونِ دولت سے مجھکو پہونچی ہے وہ جائیداد میں نے وقف کردی اور متولی اس کے میں نے حمزہ علی خاں اور سید قاسم نذر و سید باقر نذر صاحب کو مقرر کیا اس کا بندوبست از روئے قانون کے سرکار میں کرادو۔

فقط سید شبیر علی خاں

از مقام کناویہ متعلقہ سیبو وسراوک

۸/ماہِ نومبر ۱۸۸۱ء

خط ۱۸

منور حسن خاں صاحب نے دعوۂ مہر کیا، محرم میں نذر و نیاز کا ذکر، والدہ کی خدمت گذاری کی ہدایت

اخوی صاحب قبلہ و کعبہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

پس از عرض تسلیم و آرزوئے ملاقات کے واضح رائے شریف ہووے کہ ماہِ نومبر سالِ گذشتہ میں ایک عنایت نامہ آپکا آیا تھا۔ اس سے حال خیر و عافیت کا معلوم ہوا تھا و نیز حال مقدمہ کا جو منور حسن نے بابت مہر کے دائر کیا تھا معلوم ہوا تھا کہ ماہِ نومبر میں فیصلہ ہونے والا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی خط آپکا میرے پاس نہیں آیا۔ اب یہاں سے میں اپنا حال لکھتا ہوں کہ میں ایک بلا میں مبتلا تھا اس کا حال مفصل لکھتا ہوں کہ بعد فوت ہونے میری زوجہ کے آپ نے خط بھیجا میرے پاس۔ اس وقت میں کوئی حال میرے اوپر نہ تھا بعد اس کے نسبتِ خیال بیشتر کے کہ لکھنا اس کا بے فائدہ ہے۔ مجبوراً مجھ کو نکاح کرنا پڑا تو ایک پنگیرن کی لڑکی تھی ایک شخص نسلِ سلطان مورنی کے یہاں ہے ان سے ایک لڑکی تھی اس کے ساتھ میں نے عقد کر لیا ماہِ شعبان گذشتہ میں ۔بعد ایک ماہ نکاح سے حاملہ ہوئی۔ اب واقع ماہِ صفر میں اس کو بیماریاں طرح طرح کی ہوئیں۔ اوّل ماہِ ربیع الاول میں اس کے لڑکی پیدا ہوئی اور اسی وقت مرگئی۔ اس کے بعد سولہ روز وہ یعنی زوجہ میری بیمار رہی آخر کو انتقال کیا۔ اتنے عرصے میں بہت مصیبت مجھ کو اٹھانی ہوئی اور بہت زیر بار ہوا۔ یہ جو کچھ ہوا متعلق بتقدیر تھا وہ کیونکر نہ ہوتا عرصہ اٹھارہ سال کا ہوا میں یہاں ہوں۔ کبھی میرے خیال میں نہ آیا کہ میں یہاں پابند کسی عورت کے ساتھ رہوں بجبوری پابند ہو گیا۔ مگر خیر جو خواستۂ خدا تھا وہ ہوا۔ واقعی مجھ سے بڑی خطا ہوئی تھی سبب اس خطا کے جسقدر تکلیف و

اذیت مجھ کو ہو درست ہے۔ اب میں آپسے رکھتا ہوں اور سب حال سے اپنے و والدہ صاحبہ برادرِ عزیز حمزہ علیخاں واخوی صاحب سید باقر نذر صاحب وقبلہ جناب عمو صاحب وقبلہ جناب خالو صاحب وقبلہ۔ سب حالات وہاں کے سے اطلاع فرمائیے اور حال مقدمہ و نیز مہر سے اطلاع دیجئے کہ کیونکر انفصال ہوا۔ و نیز آپنے دریافت کیا تھا کہ اگر خرچ بھیجوں تو کیونکر بھیجوں تو عرض کرتا ہوں کہ اس وقت میں مجھکو نہایت مشکل و دشواری ہے کہ میں زیادہ (۶۰) رنگر سے مقروض ہوں اور تنخواہ (۱۱) رنگر ہے۔ اگرچہ تھوڑا کر کر ادا کرسکتا ہوں مگر سرکار یہاں کی مقروض ہونا نہیں پسند رکھتی اس کو خطاؤں میں داخل کرتی ہے۔ جب تک کوئی نالشی نہ ہووے سرکار کچھ نہیں کہتی جو کوئی نالشی ہوا البتہ الزام ہوتا ہے سرکار سے اس وجہ سے عرض کیا گیا ہے اگر ممکن ہوتو کچھ ارسال فرمائیے بذریعہ نوٹ کے کہ کچھ آسانی ہو جاوے واللہ مجبور ہو کر لکھا ہے اگر ممکن ہوتو ضرور جلد تر ارسال کردو۔

اور اس ملک کا حال کیا لکھوں یہ لوگ سب مذہبِ شافعی رکھتے ہیں اور مجالس محرم کو ناجائز رکھتے ہیں۔ اور کوئی شخص یہاں مومنین سے نہیں ہے۔ میں اپنے مذہب کو پوشیدہ رکھتا ہوں مجھکو یہ لوگ مذہبِ حنبلی سے شمار کرتے ہیں کہ میں نماز دست کشادہ پڑھتا ہوں اس پر بھی مجھ کو اچھا نہیں جانتے اس واسطے کہ میں محرم میں نیاز کرتا ہوں شربت پر تو ہنستے ہیں یا مجھ کو روتے دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں اور اچھا نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ اچھا نہیں رونا۔ میں خاموش رہتا ہوں اور یہاں سوائے ذاتِ پروردگار کے کسی سے امید بہتری کی نہیں اور مرزا ولایت حسین صاحب سے اگر آپ سے ملاقات ہو تو میرا اسلام شوق کہہ دینا۔ اور کہنا کہ میں امید آپ سے دعائے خیر کی رکھتا ہوں اور دعا مانگتا ہوں خدا سے کہ اللہ آپ کو زندہ اور سلامت رکھے اور ایک

دفعہ میں آپ سے ملاقات کروں اگر زندگی باقی ہے اور نصیب میں ہے تو ملاقات ہوگی اور شبیہاً ورفیعہ وقاسم وغیرہ کو دعا پہنچے۔اسی خط میں حمزہ علیخاں کے نام لکھا ہے۔

برادرِ عزیز القدر عزیز از جاں سید حمزہ علیخاں سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

بعد دعا درازیٔ عمر و درجات کے واضح ہووے کہ میں خیریت سے ہوں اور خیر و عافیت تمہاری خدا سے شب و روز نیک چاہتا ہوں۔عزیز من بہت عرصے سے تمہارا خط نہیں آیا بہت تشویش ہے اور میں اپنا حال کیا لکھوں۔تمام عمر گذر گئی کبھی راحت نہ ملی جو خواستۂ ابدی ہے اس میں کیا بشر کا مقدور ہے جو دم مار سکے اور بسبب قرضہ بہت کے نہایت متردد ہوں اگر ممکن ہو تو کچھ ارسال کردو اور جناب والدہ صاحبہ کے مزاج پر خیال کر کر خدمت گذاری میں کمی نہ کرنا۔

فقط

شبیر علیخاں

از مقام کناڈیہ

مورخہ ۲۳/ مارچ ۱۸۸۲ء

خط ۱۹

مصائب وآلام کا ذکر اور زندگی سے ناامیدی کا اظہار

۱۱ر ستمبر ۱۸۸۲ء

از مقام سراوک خاص

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام ونیاز وآرزوئے ملاقات کہ واضح ہووے کہ خط آپکا مورخہ ۲۳ر جون ۱۸۸۲ء کا شروع ماہِ اگست ۱۸۸۲ء کو مجھ کو مقامِ سیبو میں ملا اور میں سیبو میں بیمار ہو کر مقام کناویتہ سے آیا تھا واسطے علاج کے اور جو خط آپنے پہلے اس خط کے بھیجا تھا وہ مجھے نہیں ملا خدا جانے کہاں گیا اور میرا حال یہ ہے کہ پہلے جو میں نے آپکو خط لکھا تھا تو وہ خط بھی میں نے سیبو سے روانہ کیا تھا کہ اس وقت بھی بیمار تھا مگر میں نے آپکو اطلاع نہ دی تھی کہ آپ متردد ہونگے۔ مجبوراً اب لکھتا ہوں کہ بعد انتقالِ زوجہ کے میں خود بیمار ہوا اور مرض میں خود نہیں سمجھ سکتا ہوں مگر اب اس کو خفقان سمجھنا چاہئیے کہ قلب میرا ابل گیا اور ایسے ایسے صدمات اٹھائے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دے کہ اس کو عرصہ پانچ ماہ ہوا آج تک بیمار ہوں اور بہت صرف دوائی وغیرہ میں ہوا اور حکیم چینا کی دوائی کری۔ ساڑھے تین ماہ تک اور کچھ فائدہ نہ ہوا اور ہر روز ترقی مرض نے کی۔ اس کے بعد سیبو آیا اور حکیم چینا کی دوائی کری۔ پچیس روز تک اس سے بھی کچھ نہ ہوا پھر میں سراوک آیا بہزار خرابی چٹھی ملی ایک مہینہ کی اب یہاں سراوک میں ہوں اور چینا کی دوائی کرتا ہوں۔ شکر ہے کہ قدرے آرام ہے آئیندہ جو ہوگا لکھوں گا مجھ کو اس بیماری میں زندگی کی امید نہیں۔ فقط آجکی تاریخ دس ماہِ ستمبر ۱۸۸۲ء ہے۔ آگے سلام ودعا

سید شبیر علی خاں

از مقام سراوک خاص

خط ۲۰

یاعلی مدد

۲۳ر مارچ ۱۸۸۲ء

نکاح کا واقعہ، زوجہ کا انتقال، ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا، حکام کا احترام کرنا، اللہ پر بھروسہ اور اہلِ خانہ سے ملاقات کی آرزو

اخوی صاحب قبلہ وکعبہ سید باقر نذر صاحب قبلہ دام معالیکم

پس از آرزوئے قدم بوسی کے واضح رائے عالی ہووے کہ فدوی خیریت سے اور خیر و عافیت آپ کی اللہ سے شب وروز چاہتا ہوں۔ بہت عرصے سے آپکا خط نہیں آیا اور نہ بھائی حسن نذر صاحب نے کوئی خط بھیجا اور نہ حمزہ علیخاں نے کوئی خط لکھا۔ نہایت پریشان ہوں جلد از جلد خیر و عافیت سے مطلع فرمایئے۔ اور میں اپنا حال یہاں سے لکھتا ہوں کہ ماہِ شعبان میں میں نے یہاں نکاح کر لیا تھا ایک شخص نسل سے سلطان بورنی کے یہاں تھے ان کی لڑکی کے ساتھ عقد نکاح کی۔ وہ حاملہ ہوئی ماہِ ربیع الاول میں بسبب ہونے بیماری کے اس سے لڑکی پیدا ہوئی اور اسی وقت مر گئی۔ اس کے بعد وہ سولہ روز زندہ رہی اور فوت ہو گئی۔ نہایت مجھ کو مصیبت اُٹھانی پڑی اور خرچ ہوا دوا وغیرہ میں۔ اور بعد انتقال اس کے بہت خرچ فاتحہ وغیرہ میں ہوا اور مجھ کو اس سبب سے زیادہ مشکل ہوئی کہ باپ اس کے پہلے دس برس بورنی کو چلے گئے ماں اس کی اس کے پاس تھی بعد میں نکاح کے میرے ساتھ ماں نے اس کی قضا کری۔ وہ فقط اپنی ذات سے رہ گئی۔ پھر اس نے بھی قضا کری تو سوائے میرے اس کا یہاں کوئی نہیں تھا اس واسطے مجھ کو بہت مصیبت اُٹھانی ہوئی اور زیر باری بھی ہوئی اور یہ قوم ملائی کی بہت خراب ہے کہ مروّت ان کے۔۔۔ مطلق نہیں۔ بدون اجرت کے کوئی کام نہیں کرتا خیر جو ہوا بہتر ہوا یہ متعلق بتقدیر تھا۔ مجھ کو عرصہ اٹھارہ سال کا ہوا کبھی میرے ذہن میں نہ آیا کہ پابند ہو کر رہوں مگر بہ سبب چند امور مجھ کو نکاح

کرنا ہوا۔ اس کا انجام یہ ہوا۔ مرضیِ بشر میں کیا خدا کا مقدور ہے جو دم مار سکے۔ اور یہاں کوئی دوست اپنا نہیں سوائے ذاتِ پروردگار کے اور کسی سے امید بہتری کی نہیں۔ اللہ اپنے حبیب کے تصدق میں مجھ کو رہائی عطا فرمائے۔ ہر وقت خیال رہتا ہے کہ اگر پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا تو یہاں کوئی تجہیز و تکفین بھی نہ کریگا اگر کسی نے زمین میں دبا بھی دیا تو کیا ہوا یعنی اپنے عقیدے کے موافق تو نہ ہوا۔ خیر جو مشیتِ ایزدی میں ہے وہ ہوگا اور یہاں کوئی شخص مومنین سے نہیں سب ملائی مذہب شافعی رکھتے ہیں اور مجالس محرم کا نام بھی کوئی نہیں جانتا اور میں اپنے مذہب کو پوشیدہ رکھتا ہوں مگر نماز دست کشادہ پڑھتا ہوں۔ اکثر لوگ مجھ کو مذہب حنبلی میں شمار کرتے ہیں اور اکثر لوگ مجھ کو جانتے ہیں کہ میرا مذہب شیعہ ہے مگر میرے منھ پر مجھکو کوئی بُرا نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں سرکاری آدمی ہوں اور حکام سب مجھ کو بنظر حرمت دیکھتے ہیں اس سبب سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا اور میں اس عرصہ میں بہت قرضدار ہو گیا ہوں اگر کچھ ممکن ہو تو کہو بھائی سید حسن نذر سے بذریعہ نوٹ جلدتر ارسال فرمائیں و نیز حمزہ علی خاں سے بھی کہہ دو اور ایک عرضی کا مسودہ کرا کر میرے پاس روانہ کردو کہ میں یہاں سے عرضی بحضور لاٹ صاحب کے روانہ کروں۔ بہت دفعہ کہا لو صاحب سے مگر ان کو کچھ التفات نہیں۔ میں خود راجہ صاحب سے عرض کر کے عرضی روانہ کرونگا۔ مجھ کو آرزوئے قدم بوسی اسقدر ہے کہ اگر بیان کروں تو ایک دفتر ہو جاوے۔ حالات و دنیا سے مجھ کو کچھ آرزو نہیں اگر ہے تو ایک دفعہ یہی کہ آپ لوگوں سے ملاقات کرلوں اس کے بعد پیمانۂ عمر لبریز ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آگے سب کو دعا

والسلام

عریضہ مند

سید شبیر علی خاں

از مقام کناویۃ

متعلقہ سیبو ۲۳ مارچ ۱۸۸۲ء

خط ۲۱

اخوی صاحب۔۔۔۔۔

پس از عرضِ تسلیم۔۔۔کے واضح ہووے کہ میں نے دو قطعہ خط سراوک سے آپکی خدمت میں روانہ کئے اب یہ خط روانہ کرتا ہوں اور اپنا حال مفصل لکھتا ہوں یعنی میں بیمار ہوں اور بیماری دل کی ہے۔یعنی تڑپ دل میں رہتی ہے اور گھبراہٹ رہتا ہے بہت سی دوائی چینا حکیموں کی کھائی ابھی تک افاقہ نہیں ہوا۔اب میں یہاں سراوک زیادہ دو ماہ سے رہا اور دوائی اس حکیم کی کہ جس کی میں ہمیشہ کھایا کیا کھائی افاقہ ہوا مگر تمام وکمال بیماری نہ گئی اب مجبور دو تین روز بعد روانہ کناویۃ کا ہونگا۔اب میں یہاں بہت مقروض ہوگیا چینا حکیم قیمت کی دوائی زیادہ (تیس) رنگی کے دیں اور اپنے خرچ میں آیا اور ایک آدمی کی تنخواہ اور اس کا کھانا قریب (ساٹھ) رنگر کے ہوا۔آپ نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ میں خرچ روانہ کرنے والا ہوں۔ ہر اگنبوٹ پر انتظار رہا کہ آپکا خط آتا ہوگا مگر کوئی خط نہ ملا غرض یہ خط بھیجتا ہوں جلد تر اس کا جواب ارسال فرمایئے اور کوئی دوائی جو کسی حکیم سے مثل معجون کے دستیاب ہو تو بھیج دیجئے۔ یہ عارضہ مجھ کو سردی سے ہے۔گھبراہٹ دل کا تڑپ یعنی کانپنا دل کا۔غرض جو کوئی حکیم اپنا دوست ہو تو ان سے کہکر اور دوائی کرا کر روانہ فرمایئے اور اگرچہ یہ حکیم چینا کی دوائی سے بہت افاقہ ہوا مگر تمام وکمال دفع نہیں۔اب میں کناویۃ وسیبو کو جاتا ہوں اپنے ہمراہ لئے جاتا ہوں اور اگر اس وقت کچھ خرچ ارسال کردتو بہت بہتر ہووے نہایت متردد ہوں بسبب قرضہ کے۔اللہ ہی ہے جو آبرو رہے۔زیادہ اور کیا لکھوں اور حکیم چینا کہتا ہے کہ دل میں خون کم ہے رفتہ رفتہ خون پہنچے گا دل کے اندر جب خون بھر جاوے گا تو یہ کھٹک دل کی موقوف ہو جاوے گی۔ نیز میرے دوست ہیں

ایک صاحب کہ ان کا نام ۔۔۔۔۔ پیشکار صاحب ان کو ضرورت ڈکشنری انگریزی اردو کی ہے تو
ایک کتاب ڈکشنری انگریزی اردو کی بھیج دیجئے۔

سید شبیر علی خاں

از مقام سراوک ۲۱ رنومبر ۱۸۸۲ء

خط ۲۲

بیماری کا ذکر، زوجہ کے انتقال پر صدمہ، قرضہ کا ذکر

۲۰ / ماہِ نومبر ۱۸۸۲ء

از مقام سراوک

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

پس از عرض تسلیم و آرزوئے ملاقات کے واضح ہوئے کہ عنایت نامہ مرسلہ آپکا مؤرخہ ۱۹ / ماہِ اکتوبر ۱۸۸۲ء کا تاریخ ۱۰ / ماہِ نومبر کو مجھکو موصول ہوا۔ مقام سراوک میں بدریافت خیریت آپ سب صاحبان کی شکر خدا بجالایا اور مسودہ وقف نامہ بھی پہنچا۔ بموجب آپکی تحریر کے ایک ایک عرضی بحضور کمشنر صاحب بہادر و جج صاحب بہادر و کلکٹر صاحب بہادر تحریر کرا کر ریسیڈینٹ صاحب بہادر کو دیدیں۔ یقین ہے کہ ریسیڈینٹ صاحب بہادر اسی جہاز میں روانہ فرمادیں گے اور میں آج سے دو روز بعد سیبو کو روانہ ہونگا۔

اور حال میری بیماری کا یہ ہے کہ ابھی تک سہی (صحیح) و درست نہیں ہوں۔ دوائی چینا حکیم کی کھاتا ہوں۔ اپنے ہمراہ دوائی لے جاتا ہوں۔ کہ وہاں کناویت میں استعمال کرونگا۔

آپ نے جو حال میری بیماری کا دریافت کیا ہے تو لکھتا ہوں کہ پہلے سوزشِ سینہ میں ہوئی پھر کھٹک دل میں ہونے لگی کہ جیسے کوئی ناخن سے کھودتا ہے۔ اس کے بعد تھوڑے عرصہ کے ایک روز شب کو میں سوتا تھا تو آنکھ میری کھول (کھُل) گئی اسوقت معلوم ہوا کہ ہوائے سرد زیرِ ناف سے اُٹھی اور دل کے اندر آن کر بھر گئی۔ اور پھر دماغ تک پہونچی۔ اس کے سبب سے تمام اعضاء میرے سست و بیکار ہوگئے۔ ایک گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی اس کے بعد میں نے ایک چینا حکیم کو طلب کیا۔ اس نے دوائی دی۔ غرض وجہ سردی موقوف ہوئی۔ تین روز تک دوائی چینا کی

کھائی مگر گھبراہٹ دل سے نہ موقوف ہوا اور کھٹک اور کھودنا ناخن سے بدستور رہا۔ غرض بمشکل
تمام یہاں سراوک میں آیا اور حکیم چینا کہ جو ہمیشہ میرا معالج رہا اس کا علاج شروع ہوا۔ دو ماہ و
بیس روز تک یہاں رہا۔ اتنے عرصہ میں کئی مرتبہ اچھا ہوا مگر عود کر آئی جو بیماری اب میں روانہ
کناویۃ کا ہوتا ہوں۔ جیسا ہوگا عقب سے اطلاع دونگا۔ یہ بیماری سردی سے ہوئی تھی اور حکیم
چینا کہتا ہے کہ دل میں خون بہت کم ہے۔۔۔۔۔۔ تو میرے واسطے دوائی قوت دل کی مفید ہے
مگر بہت گرم نہ ہو کہ بہت گرمی کا بھی دل متحمل نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو تو کوئی معجون تیار کرا کر بھیج
دیجئے خود اور جو آپنے لکھا کہ شاید تم کو اپنی زوجہ سے اُنس بہت تھا اسی کے انتقال سے یہ امر ہوا یہ
بھی درست ہے مگر اس کا مجھ کو خیال نہیں ہے۔ مگر ضرور صدمہ میرے اوپر سخت ہوا تھا۔ خیر جو ہوا
وہ ہوا سب امر متعلق بتقدیر ہے۔ مگر میں بہت قرضدار ہو گیا کہ اگر ممکن ہو تو جلدتر کچھ خرچ بھیج
دو تا کہ رفع تردد ہو اور۔۔۔۔ صاحب سید یوسف علی خاں صاحب و سید احمد الدین خاں
صاحب و جناب عموی صاحب قبلہ کو سلام و نیاز پہونچے اور جناب خالو صاحب قبلہ و عموی
صاحب سید حسنین نذر صاحب واخوی صاحب سید باقر نذر صاحب کو سلام و آداب پہونچے۔ و
جناب والدہ صاحبہ و خالہ صاحبہ کو آداب و نیاز پہونچے و برادرِ عزیز القدر عزیز از جان سید حمزہ علی
خاں کو بصد اشتیاق حصولِ دیدار کے مضمون خط واحد ہے اور ہمشیران یعنی بو بوشبیہاً و رفیعہ و
ہمشیران خالہ زاد و قاسم نذر و کاظم نذر و دیگر اطفال کو دعائے پہونچے اور ایک خط پہلے اس سے
روانہ کیا ہے یقین ہے کہ پہونچا ہوگا فقط

سید شبیر علی خاں

از مقام سراوک، ۲۰ ماہ نومبر ۱۸۸۲ء

خط ۲۳

بیماری کا ذکر، قرضہ کا تذکرہ، گھر سے خرچ منگانا

از مقامِ سراوک خاص

۲۲ ماہِ نومبر ۱۸۸۲ء

اخوی صاحب وقبلہ سید حسن نذر صاحب دام عنایتکم

بعد سلام و نیاز کے واضح ہو کہ پہلے اس سے ایک قطعہ میں نے آپکے پاس روانہ کیا ہے یقین ہے کہ پہنچا ہوگا۔ اس میں، میں نے حال اپنی بیماری کا لکھا ہے اب پھر یہ خط روانہ کرتا ہوں۔ مجھ کو عرصہ دو ماہ کا ہوا، یہاں سراوک میں دوائی ایک چینا حکیم کی کھاتا ہوں اس عرصہ میں کئی دفعہ اس حکیم نے دوائی دیکر بیماری کو نکالا۔ دو روز و بار وز بعد پھر عود کرائی۔ رخصت میری ایک ماہ کی تھی۔ سراوک کے ریسیڈنٹ صاحب نے کمالِ عنایت فرما کر اور ایک ماہ کی رخصتی ابھی تک تمام و کمالِ صحت نہیں ہوئی۔ اور زیرباری خرچ وغیرہ کی اسقدر ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ بہت مقروض ہو گیا اور ابھی تک صحت کامل نہیں جو کچھ مرضی خدا کی اب ارادہ رکھتا ہوں کہ بعد ہفتہ عشرہ کے سیبو و کنا دیتہ کو واپس جاؤں اور آپنے جو لکھا تھا کہ میں خرچ روانہ کرتا ہوں وہ بھی آپنے نہ بھیجا اگر ممکن ہو تو تھوڑا خرچ روانہ فرمایئے کہ قرض میں دوں اور جو ممکن نہ ہو تو اس سے بھی اطلاع دو۔ منتظر رہوں و نیز حالات مقدمات و خیر و عافیت سب کی سے اطلاع دیجئے۔ و اخوی صاحب سید باقر نذر سے کہد یجئے کہ ایک خط وہ میرے پاس مفصل حالات کا ارسال فرمائیں۔ حمزہ علی خاں کو مضمون واحد عموی صاحب و خالو صاحب و والدہ صاحبہ، و خالہ صاحبہ کو آداب و نیاز۔ و اخوی صاحب سید یوسف علی خاں و احمد الدین صاحب و سید باقر نذر صاحب کو

سلام و بو بو شبیہا ور فیعہ و ہمیشر ان خالہ و ہمشیران عموزاد کو دعا۔

سید شبیر علی خاں

از مقامِ سراوک خاص، ۲۲ ر ماہِ نومبر ۱۸۸۲ء

خط ۲۴

نوٹ: اس خط کا کاغذ بہت بوسیدہ ہو گیا ہے باریک بھی ہے جس کی وجہ سے حروف دوسری طرف پھوٹ آئے ہیں اور لکھا ہوا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں بہت کار آمد چیزیں لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں جہاں جہاں سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہوں۔

بشیر حسن

کھانے کی اشیاء کے بارے میں، شیخ تفضل حسین کی بیماری، اور گورنر صاحب کو چٹھی لکھنا بہن کی شادی کی مبارک باد اور رہائی کی تمنا کرنا۔

معلوم کیجئے کہ مقام کلکتہ سے کرایہ اگنبوٹ کا سنگاپور تک ۔۔۔۔۔ ہے۔ اور سنگاپور سے سراوک تک ۴ر ا ۔ ہیں بدون سنگاپور آئے سراوک نہیں آسکتا ہے اسواسطے کے کلکتہ سے سراوک اگنبوٹ نہیں آتا۔ سنگاپور سے دو اگنبوٹ آتے ہیں ایک راجہ صاحب سراوک اور دوسرا کمپنی یعنی سوداگراں۔ اگنبوٹ ہمیشہ سنگاپور سے سراوک آتے جاتے رہتے ہیں اور یہاں ان کی مخالفت ہرگز نہیں ہے۔ حاکم سے استفسار کرنے کی ضرورت نہیں۔ خوردنی کا نرخ بتفصیل ذیل لکھتا ہوں اس سے حال یہاں کے خرچ کا معلوم ہو جائے گا۔ مونگ، نخود، ماش، آلو چاول ارزاں ہیں۔ میدہ، گندم آرد گندم دوروٹی کے لائق ہے۔ مزدور لکھنا دشوار ہے۔

میرے نزدیک خرچ اگر کم کیا جائے تو ۔۔۔۔۔ روپیہ تک ہوگا۔

ایک چٹھی پیشگان گورنر صاحب بہادر

مضمون اس چٹھی کا یہ ہے

چھوڑتے ہو تو کچھ قلیل میعاد کر کر رہا فرماؤ یعنی ایک سال یا دو سال ۔۔۔۔۔ میرا

آپکا ساتھ ہو جاوے گا۔ ضرور کربلائے معلی جاؤنگا۔۔۔۔۔اب یہاں سے حال شیخ تفضل حسین کا لکھتا ہوں۔

اور مجھکو توقع ان کی زندگی کی نہیں تھی۔ مگر اب فضلِ الٰہی سے بدون دوائی خدا نے اپنا فضل وکرم کیا ہے کہ اچھے ہیں یعنی چلتے پھرتے ہیں۔ ان کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ شیخ عنایت حسین صاحب کو میرا اسلام اور مبارکباد پہنچے۔۔۔۔۔

سابق میں آپکو لکھا تھا کہ بوجہ قرضہ ہونے زیادہ۔۔۔۔۔۔۔ایک جگہ فروخت کر دو ورنہ تمام جائیداد نیلام ہو جائے گی۔۔۔۔۔ضرور تھوڑی جائیداد فروخت کر ڈالو ورنہ اوقاتِ بسری مشکل ہو جاوے گی۔ آئندہ اختیار ہے۔ اور میں نے ایک مسودہ عرضی کا سابق میں بھیجا تھا جو اگر پہنچا ہو تو موافق اس مسودہ کے عرضی بھیجئے۔ بحضور نواب گورنر جنرل صاحب بہادر کے بہتر ہے۔ آپ نے جو عرضی بھیجی ہے اس کا مسودہ بھیج دیجئے اور آپ نے حال گھر میں کا لکھا کہ بخار و کھانسی ہے۔ میں بہت متردد ہوں لازم کہ ان کے حال سے جلد تر اطلاع فرمائیں۔ اور علاج میں کمی نہ کیجئے اور حمزہ علی خاں کا خط نہیں آیا خدا جانے خط کیا ہو جاتے ہیں اور میری جانب سے بخدمت جناب والد صاحب کو سلام و مبارکباد شادی رفیعہ اللہ اس شادی کو ایسا مبارک کرے جو میری رہائی ہووے اور نانی صاحبہ کو بھی مبارک باد پہنچے اور سید نور خاں صاحب کا مکان جلال آباد گنارہ میں ہے ضلع شاہجہاں پور میں اطلاعاً لکھا گیا

فقط

خط ۲۵

سید شبیر علی خاں کے انتقال کی خبر

Resident Office Sarawak

October 1895

Sir,

In reply to your letter dated 24th August last. I regret to have to inform you that Sayed Shabbir Ali Khan died in Sarawik territory some years ago in the REJANG District (KANAVIT) where he spent the last years of his life.

He died without leaving any property behind him.

I am yes obidient servant.

To,

Syed Hasan Nazar (Acting Resident of Ist Div.)

Moh. Satthi, Amroha

TIMBRE DU BURNEAU

Stamp of delivering

KUCHING

13 Oct. 1895

یہ چٹھی بجواب چٹھی موسومہ ریزیڈینٹ جزیرہ سراوک مرسلہ سید حسن نذر مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۸۹۵ء کی ہے۔ موصولہ ۲۷ر نومبر ۱۸۹۵ء یومِ چہار شنبہ مطابق ۹ر جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ

ترجمہ:

دفتر ریزیڈینٹ از سراوک ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء

جنابِ من

بجواب آپکی چٹھی مورخہ ۲۴ر اگست گذشتہ میں آپ کو افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ سید شبیر علی خاں نے ملکِ سراوک میں چند سال کا عرصہ ہوا بمقام ریجنگ جہاں پر کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سال بسر کئے تھے انتقال کیا۔ انہوں نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ قائم مقام ریزیڈینٹ بنام سید حسن نذر

محلہ سٹھی امروہہ

نقلِ نوٹ جو رسید پر لکھا ہے یہ رسید جزیرہ سراوک سے آئی ہے اس چٹھی کے جواب میں جو ریزیڈینٹ سراوک کو ۲۴ر ستمبر ۱۸۹۵ء کو بھیجی تھی۔ ۵ر نومبر کو آئی مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۸۹۵ء